POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 24-25 October 2024, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages
8

HAMARI
ZABAN
(Weekly)

ہفت روزہ
ہماری زبان
اشاعت کا 85 واں سال

Date of Publication: 23-10-2024 • Price: 5/- • 1-7 November 2024 • Issue: 41 • Vol:83

یکم تا ۷ نومبر ۲۰۲۴ء • شمارہ:۴۱ • جلد:۸۳

زبیر شفائی

ایک ہر دل عزیز شخص اور شاعر

شعیب نظام

زبیر شفائی کا اصل نام زبیر احمد قریشی تھا۔ وہ 10 دسمبر 1944 کو کان پور میں پیدا ہوئے۔ کم و بیش پچاس سال کی مشقِ سخن کے بعد ان کا انتقال 27 فروری 2008 کو کان پور میں ہوا۔ اسی دن ان کی بے چین مٹی کو ہم سب مٹی کے حوالے کر آئے۔ اپنے پیچھے اہلیہ، ایک بیٹی اور تین بیٹے چھوڑ گئے۔ بیٹی اور بڑے بیٹے کی شادی ان کی زندگی میں ہو گئی تھی۔ ان کا بڑا بیٹا کالج میں میرا شاگرد بھی رہ چکا ہے۔

زبیر پہلے میکش تخلص کرتے تھے۔ بعد میں تخلص تبدیل کر کے وہ زبیر شفائی ہو گئے۔ شفائی کا لاحقہ محض اس لیے ہے کہ انھوں نے اپنی کچھ ابتدائی غزلیں شفا گوالیاری کو دکھائی تھیں۔

جب شمس الرحمٰن فاروقی نے 1966 میں 'شب خون' جاری کیا تب تک ترقی پسند تحریک اپنی خودکشی کا سامان کر چکی تھی، اس لیے یہ رسالہ حبس بھرے ماحول میں ایک تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوا اور اس تازہ جھونکے نے دیکھتے ہی دیکھتے ہندستان اور پاکستان کو اپنے حصار میں لے لیا۔ ظاہر ہے کہ کان پور کو بھی اس سے متاثر ہونا ہی تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے رمز سیتاپوری محمد احمد رمز بن گئے۔ اس طرح کان پور میں جدید شاعروں کا ایک حلقہ بنتا گیا جس میں زیب غوری، محمد رمز، زبیر شفائی، عشرت ظفر، حسن عزیز اور ابوالحسنات حقی کے نام نمایاں تھے۔ استاد شاعر علامہ کوثر جائسی اپنے اسلوب اور مزاج کے اعتبار سے پہلے ہی تمام اصولی جکڑ بندیوں کے باوجود جدید فکر کے علم بردار تھے۔ زیب غوری ان سے اپنے کلام پر دوستانہ مشورہ کرنے لگے۔ یہ شعرا ناظر صدیقی صاحب کے کمرے اور جگر اکادمی میں گرانڈ ہوٹل میں بیٹھتے تھے جہاں فنا نظامی صاحب، شارق ایرایانی صاحب اور قیوم ناشاد فیض آبادی صاحب سے بھی نشستوں اور ملاقاتوں میں فطری طور پر شاعری ہی حاوی رہتی تھی۔ انوار انجم اور اظہار عابد بھی اس گروپ میں شامل ہو گئے۔

شمس الرحمٰن فاروقی صاحب کا تبادلہ 1972 میں کان پور ہو گیا اور زیب غوری، محمد احمد رمز، زبیر شفائی، عشرت ظفر اور حسن عزیز پابندی سے پوسٹ آفس کی اوپری منزل پر شام سے فاروقی صاحب کی قیام گاہ پر بیٹھنے لگے۔ اس محفل میں کبھی کبھی ابوالحسنات حقی صاحب چلے جاتے تھے۔ یہاں پابندی سے شعر و ادب پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ یہ محفل کبھی کبھی زیب غوری کے گھر پر جم جاتی اور رات رات بھر شاعری اور شعروں پر بحثیں ہوتی رہتیں اور فاروقی صاحب شعروں کے نئے نئے مفاہیم بیان کر کے حاضرین کو اپنی علمی گفتگو سے متاثر کرتے رہتے۔

فاروقی صاحب نے زبیر شفائی پر اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ زبیر زیب کی شاعری سے متاثر ہوئے اور ان پر زیب کا اثر دیکھا جا سکتا ہے مگر ذاتی طور پر میرا خیال ہے کہ جب چار پانچ دوست روز آپس میں اٹھتے بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے کو شعر سناتے ہیں تو فطری طور پر ایک دوسرے کو متاثر بھی کرتے ہیں اور خود متاثر بھی ہوتے ہیں۔ مندرجہ بالا شعرا اپنا اپنا الگ اسلوب رکھنے کے باوجود ایک دوسرے سے متاثر ضرور ہوئے۔ ظاہر ہے یہ موقع نہیں ہے ورنہ میں مثالوں کے ذریعے اپنے معروضات ضرور پیش کرتا۔

زیب کا کلام نیّر مسعود صاحب اور فاروقی صاحب کے سخت انتخاب کے بعد 'زرد زرخیز' کی صورت میں سامنے آیا اور ادبی حلقوں میں بہت مقبول ہوا۔ باقی شعرا اپنے اپنے طور پر شعر کہتے رہے۔ بعد میں محمد احمد رمز اور ابوالحسنات حقی کے مجموعے منظرِ عام پر آئے مگر حسن عزیز اور زبیر شفائی کا کلام رسائل میں ہی قید رہ گیا۔

زبیر شفائی کے انتقال کے ایک ہفتے بعد میں اور ظفر غازی زبیر مرحوم کے گھر حاضر ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے ایک مشترکہ دوست بھی تشریف لے آئے۔ میں نے بھابھی (زبیر شفائی کی اہلیہ) سے کہا کہ زبیر بھائی کا کلام یکجا ہو جائے اور اس کی اشاعت کی کوئی صورت نکل آئے۔ میں نے اور ظفر نے اجازت لے کر تمام کلام یکجا کر لیا۔ بھابھی ضد کر کے چائے پینے پر اصرار کرنے لگیں کہ شعیب ایسے نہ جاؤ ورنہ تمھارے بھائی کی روح شرمندہ ہو گی۔ ہم لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ اسی دوران ہمارے مشترکہ دوست نے ایک عجیب سی بات کا انکشاف کیا کہ ایک دن انھوں نے زبیر سے کہا تھا کہ اپنا مجموعہ جلد شائع کرائیے ورنہ خدا نہ کرے اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو مجموعہ مجھے ہی چھپوانا پڑے گا۔ دیکھیے صاحب کبھی کبھی مذاق میں کہی ہوئی بات سچ ثابت ہو جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر آپ نے مرحوم سے اس طرح کا کوئی وعدہ کر لیا تھا تو یہ آپ اپنے ساتھ لے جائیے اور مجموعہ شائع کرانے میں اگر ضرورت ہو تو میں ہر ممکن مدد کو حاضر ہوں۔ خیر میں نے یکجا کیا ہوا مواد ان کے حوالے کر دیا۔ یہ واقعہ مارچ 2008 کے اوائل کا ہے۔ ان صاحب کے اپنے کچھ ذاتی مسائل کے سبب تاخیر ہوتی چلی گئی اور اب سے ایک ڈیڑھ ماہ قبل میں نے ان سے یہ کلام حاصل کر لیا۔ ظاہر ہے ہر کام اپنے مقررہ وقت پر ہی ہوتا ہے۔ سو اب یہ مجموعہ اشاعت کے مراحل طے کر رہا ہے اور ان شاء اللہ بہت جلد زبیر کے پرستاروں کے ہاتھ میں ہو گا۔ میرے اور زبیر کے مشترکہ دوست کا شکریہ شاید واجب ہو کہ یہ کلام انھوں نے حفاظت سے رکھا اور ضائع نہیں ہوا ورنہ بارہ سال کی مدت کم نہیں ہوتی، خیر۔

1986 میں ملازمت کے سلسلے میں کان پور گیا۔ میں سفید کالونی جوہی میں قیام پذیر ہوا جہاں زبیر شفائی میرے پڑوسی تھے اس طرح بہت جلد ان سے دوستی ہو گئی اور نشستوں کا سلسلہ کبھی زبیر کے گھر کبھی میرے اور کبھی شاہد اختر کے گھر ہونے لگا جو نزدیک ہی لال کالونی میں رہتے تھے۔ زبیر اچھی طرح جانتے تھے کہ میں دوپہر میں پابندی سے سوتا ہوں مگر جب وہ رات میں ایک یا دو غزلیں کہہ لیتے تھے تو پابندی سے میرا گیٹ کھٹکھٹانا اپنا حق سمجھتے تھے۔ آنکھیں ملتے ہوئے گیٹ پر وہ ہمیشہ مجھ سے یہی کہتے کہ یہیں گالیاں دے لو مگر غزلیں سننی پڑیں گی۔ یہ زبیر کی اعلا ظرفی تھی کہ ایک دو شعر جن پر مجھے اعتراض ہوتا وہ بغیر بحث کے انھیں قلم زد کر دیتے۔ شام کو خورشید الرحمٰن حنفی کی فوٹو آرٹ اسٹوڈیو میں پابندی سے دوستوں کا جمگھٹا لگتا جس میں زبیر شفائی، حسن عزیز، محمد احمد رمز، تسکین زیدی اور میں موجود ہوتے۔ یہاں بھی شعر و شاعری اور شعروں پر بحثیں خوب خوب ہوتی رہتیں۔ زبیر بہت مستی اور سرشاری کے ساتھ اپنے شعر سناتے۔ ان کو اچھے شعروں کی اتنی عمدہ پرکھ تھی کہ غزل کا اچھا شعر سناتے وقت ان کی آنکھیں ہمیشہ چمکنے لگتی تھیں اور دوسروں کے اچھے شعر بھی خوب یاد تھے۔ اسی زمانے میں ابوالحسنات حقی کے باہری کمرے میں شعری نشستوں کا انعقاد ہوتا رہتا تھا۔ وہاں مندرجہ بالا شعرا کے علاوہ سمیع فراز اور شمیم عثمانی بھی موجود رہتے۔

میں نے کان پور میں دوسروں کی ضیافت کر کے خوش ہونے والی دو ہستیاں ایسی دیکھیں جو عدیم المثال کہی جا سکتی ہیں ان میں پہلا نام زیب غوری اور دوسرا زبیر شفائی کا ہے۔ زیب غوری اور ...(بقیہ صفحہ 6 پر)

قارئین! اب 'ہماری زبان' کا مطالعہ انجمن ترقیِ اردو (ہند) کی ویب سائٹ www.atuh.org پر بھی کر سکتے ہیں جہاں اِسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

دوسری اور آخری قسط

مہذب اللغات اور اصولِ لغت نویسی

رؤف پاریکھ

☆ اندراجات کی نوعیت

البتہ اندراجات کی اس تعداد یعنی ایک لاکھ پر جائز طور پر اعتراض وارد ہوسکتا ہے کیوں کہ مہذب لکھنوی نے ایک لفظ کو کئی کئی بار درج کیا ہے اوراس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً پہلی جلد میں پہلے اندراج 'الف' کو چالیس (۴۰) بار بطورِ اندراج لکھا گیا ہے اوراس کے مختلف معنی ومحلِ استعمال مع اسناد لکھے گئے ہیں۔ دیگر لغات میں ایک ہی لفظ کی معنی کی مختلف شقوں کواسی ایک اندراج کے تحت نمبروار درج کیا گیا ہے اوراصولاً ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اسی طرح پہلی جلد میں لفظ 'اب' کو سولہ (۱۶) بار لکھ کر اس کے الگ الگ معنی اور محلِ استعمال دیے گئے ہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ کیوں کہ ایک لفظ کو لغت میں ایک بنیادی مفرد اندراج یا ہیڈورڈ (headword) یا 'راس لفظ' (جسے اب مغرب کے لغت نویس اور ماہرینِ علمِ لغت (lexicologist) لیما (lemma) کہتے ہیں) کے طور پر ایک ہی بار درج ہونا چاہیے اوراس کے معنی شق وار شمار کا عدد دے کر (یعنی ۱۔۲۔۳) لکھنے چاہییں۔ البتہ مہذب میں کہیں کہیں اس طریقے (یعنی ایک ہی لفظ کو کئی کئی بار لکھ کر معنی لکھنے کے طریقے) سے روگردانی بھی کی گئی ہے، مثلاً دوسری جلد میں لفظ 'آگ' ایک ہی بار لکھ کر مختلف معنی شمار کے عدد (یعنی ایک، دو، تین) کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔ یہی درست طریقہ ہے۔ خیال آتا ہے کہ اس طریقے کو ہر جگہ اپنانے میں کیا قباحت تھی؟ کیوں کہ اسی جلد میں لفظ 'بس' کو پانچ بار درج کرکے مختلف معنی بتائے گئے ہیں۔ گویا مہذب کے اندراجات کی تعداد ایک لاکھ نہیں ہے بلکہ ایک لفظ کے متعدد اندراجات کو ایک ہی لفظ تصور کیا جائے تو اس تعداد میں (راقم کا اندازہ ہے کہ) بیس ہزار تک کی کمی ہوسکتی ہے۔

لغت کے اندراجات اوران کی ترتیب کے ضمن میں یہاں ایک وضاحت ضروری ہے اور یہ ذرا تفصیل طلب ہے۔ لغت میں ایک لفظ کے اندراج کو لغت کی زبان میں بنیادی مفرد اندراج یا 'اینٹری' (entry) کہتے تھے (کچھ لوگ اب بھی کہتے ہیں)۔ پھر اس کو 'راس لفظ' یا ہیڈورڈ (headword) کہا جانے لگا اب اس کا نام جدید لغت نویسی میں 'لیما' (lemma) کر دیا گیا ہے[۱۳]۔ راس لفظ یا لیما اپنے تمام معنی کے ساتھ لغت میں ایک ہی بار لکھا جاتا ہے اوراس کے مختلف معانی شمار کا عدد الگ الگ لکھ کر (یعنی ۱۔۲۔۳) بیان کر دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر معنی کے لحاظ سے کسی لفظ کی قواعدی حیثیت بدل رہی ہے (مثلاً لفظ 'جوان' کو لیجیے کہ صفت بھی ہے اور یہ اسم بھی ہوسکتا ہے) تو بھی اس کا بنیادی اندراج ایک ہی بار ہوگا، البتہ اس کے مختلف معنی اسی بنیادی اندراج کے تحت مختلف قواعدی حیثیت کو ظاہر کرتے ہوئے لکھے جائیں گے۔ مثال کے طور پر اردو لغت بورڈ کی لغت میں ایسے مواقع پر پہلے شق 'الف' بنائی جاتی ہے اور وضاحت کی جاتی ہے کہ یہ صفت ہے اوراس کے معنی (اگر ایک سے زیادہ ہوں تو نمبر وار یعنی ایک، دو تین کے ہندسے لکھ کر) بتائے جاتے ہیں۔ پھر دوسری شق 'ب' بنا کر وضاحت کی جاتی ہے کہ یہ اسم ہے اور مذکر ہے (یا مونث ہے) اور پھر اس کے معنی بتائے جاتے ہیں۔

ہاں کسی لفظ کو اسی ہجے اور اسی اعراب کے ساتھ ایک سے زیادہ بار بطور مفرد بنیادی اندراج لکھا جاسکتا ہے اور لکھنے کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ وہ لفظ مختلف زبانوں کے ہوں، مثلاً لفظ 'جان' کو لیجیے۔ عربی میں اس کے معنی 'جِن' کے ہیں (جس کی جمع کے طور پر ہم اردو میں جنات کا لفظ استعمال کرتے ہیں)۔ لیکن فارسی میں اس کے معنی زندگی یا روح کے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ محبوب ومعشوق، بہت پیارا، قوت وطاقت، زور اور ہمت وغیرہ کے مفہوم میں بھی آتا ہے۔ اردو میں یہ واقفیت یا شناسائی یا علم (یعنی جاننا) کے معنی میں آتا ہے۔ لہٰذا لفظ 'جان' کا اندراج بطور راس لفظ یا لیما (lemma) کسی بھی اردو لغت میں تین بار الگ الگ کرنا ہوگا یعنی جان (۱)، جان (۲) اور جان (۳) (شمار کا یہ عدد لفظ سے ذرا اوپر اٹھا کر خفی قلم سے لکھا جاتا ہے)۔ پھر اس اندراج کی اصل کے لحاظ سے اس کی وضاحت کرنی ہوگی کہ یہ اصلاً کس زبان کا لفظ ہے اوراس کے جتنے مختلف معنی اس زبان کے لحاظ سے اردو میں رائج ہوں گے وہ شمار کا عدد ڈال کر لکھنے ہوں گے۔

ایک اور اہم بات اندراجات اور بنیادی اندراجات کے سلسلے میں یہ ہے کہ کسی لفظ کو لغت میں لکھ کر اس کے تحتی یا ذیلی اندراجات یا محاورے ومرکبات (جنھیں انگریزی میں sub-entries کہنا چاہیے) اس کے ساتھ لکھے جائیں گے اور پھر نیا لفظ شروع ہوگا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ لغت میں پہلے لفظ 'آپ' لکھا جائے گا لیکن اس کی تشریح اور اشتقاق وغیرہ کی وضاحت کے فوراً بعد اگلا لفظ، جو حروفِ تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے 'آپا' ہے، نہیں لکھ دیا جائے گا بلکہ لفظ 'آپا' کے اندراج سے قبل لفظ 'آپ' کے تمام ذیلی یا تحتی مرکبات، محاورات، کہاوتیں یا اصطلاحات وغیرہ درج ہوں گی (مثلاً آپ آپ کرنا، آپ بیتی، آپ بھلے تو جگ بھلا، آپ کی بلا سے، آپ کے صدقے، آپ ہی آپ وغیرہ) اوران کے بعد ہی اگلے لفظ یعنی 'آپا' کی نوبت آئے گی۔

اب اگر کوئی لفظ تین الگ الگ زبانوں میں ایک ہی ہجے اور یکساں اعراب کے ساتھ آتا ہے اور اردو میں بھی تینوں طرح مستعمل ہے تو اردو کی لغت میں اسے تین بار لکھتے ہوئے اس کے ذیلی اندراجات بھی اسی بنیادی اندراج کے ساتھ دینے ہوں گے۔ اس بات کو اوپر دی گئی لفظ 'جان' کی مثال سے یوں واضح کیا جاسکتا ہے کہ پہلے مثلاً فارسی کا 'جان' لکھ کر اس پر ایک کا عدد لکھا جائے گا اوراس کے ذیلی مرکبات اور محاورے اسی کے ساتھ لکھ دیے جائیں گے، مثلاً جانِ جہاں، جان دریغ نہ کرنا، جانِ من، جان ہے تو جہان ہے، وغیرہ۔ اس کے بعد اردو کے معنی میں آنے والا لفظ جان لکھ اس پر دو کا عدد لکھا جائے گا اوراس کے ذیلی مرکبات مثلاً جان بوجھ کر، جان کے انجان بننا وغیرہ لکھے جائیں گے۔ پھر عربی کا 'جان' لکھ کر اس کی تشریح کی جائے گی۔ گویا لفظ جان اور اس کے ذیلی یا تحتی اندراجات کسی بھی اردو لغت میں اصولاً یوں ہوں گے:

جان (اس کے ساتھ ایک کا عدد لکھا جائے گا)
معنی (یہاں معنی کی مختلف شقیں ایک، دو، تین، وغیرہ لکھ کر تحریر کی جائیں گی)۔
جانِ جہاں
جان دریغ نہ کرنا
جانِ من
جان ہے تو جہان ہے
(آخر میں ماخذِ زبان کی نشان دہی کے لیے 'فارسی' لکھا جائے گا)
جان (اس کے ساتھ دو کا عدد لکھا جائے گا)
معنی (معنی کی مختلف شقیں، اگر ہیں تو)
جان بوجھ کر
جان کے انجان بننا
(اور آخر میں ماخذِ زبان یعنی سنسکرت یا اردو یا پراکرت لکھا جائے گا)
جان (اس کے ساتھ تین کا عدد لکھا جائے گا)
معنی
اگر اس کے تحتی مرکبات اردو میں رائج نہیں تو ان کا اندراج اردو لغت میں نہیں ہوگا۔
(آخر میں وضاحتاً عربی لکھا جائے گا)

گویا لفظ 'جان' کے تیسری حیثیت سے اندراج وتشریح اوراس کے ذیلی یا تحتی اندراجات کے بعد ہی لفظ 'جانا' کا اندراج کیا جاسکتا ہے، اس سے پہلے نہیں۔

لیکن اس طریقۂ کار کے برعکس مہذب میں لفظ 'جان' کا اندراج نو (۹) بار کیا گیا ہے (جلد سوم، ص ۴۳۶-۴۳۷) اوراس کے بعد 'جانا' کا متعدد بار اندراج ہے۔ لفظ 'جانا' کے بعد مہذب اللغات میں پھر 'جان' کا اندراج ملتا ہے اور 'جان' کے کچھ تحتی یا ذیلی اندراجات ہیں، مثلاً جان اٹکنا یا جان الجھنا وغیرہ (جلد سوم، ص ۴۳۷)۔ اس کے بعد 'جاناں' اور 'جانانہ' کا اندراج ہے اوراس کے بعد ایک بار پھر 'جان' کے تحتی مرکبات شروع ہوجاتے ہیں۔ یہ ایک عجیب صورت ہے اور قاری کے لیے شدید الجھن کا باعث کیوں کہ اسے فارسی کے جان (بمعنی زندگی) کے بعض تحتی مرکبات (مثلاً جان کے لالے) دیکھنے کے لیے لفظ جان اوراس کے درمیان الف بائی ترتیب سے آنے والے دیگر تمام الفاظ (جن میں سے بعض جان کے تحتی مرکبات ہیں اور بعض دیگر الفاظ کے تحتی مرکبات بھی) دیکھنے ہوں گے۔ اس عمل میں قاری کو فارسی کے جان (مثلاً جان ڈالنا) کے ساتھ اردو کے جان (جو جاننا کا امر ہے) کے بھی خاصے تحتی اندراجات (مثلاً جان کے انجان بننا) سے گزرنا ہوگا اور دیگر الفاظ جن کا جان سے کوئی تعلق نہیں (مثلاً جانا، جاناں، جانانہ، جانب، جانچ، جانچنا وغیرہ) بھی دیکھنے پڑیں گے۔

یہ طریقہ مناسب نہیں ہے اور لغت نویسی کے اصولوں کے خلاف ہے۔ اردو کی متداول لغات ہوں مثلاً فرہنگِ آصفیہ یا انگریزوں کی مرتبہ لغات مثلاً جان پلیٹس کی اردو بہ انگریزی لغت، یا اردو لغت بورڈ کی لغت، ہر لغت نے تحتی یا ذیلی اندراجات کے لیے اسی منقولہ بالا طریقِ اندراج کو معمولی ردوبدل کے بعد اختیار کیا ہے لیکن مہذب نے اس اصول سے واضح روگردانی کی ہے جو سراسر غلط ہے۔ یہ قاری کے لیے بھی الجھن کا باعث ہے اور اصولِ لغت نویسی کے بھی خلاف ہے۔ اس نامانوس اور مغلق طریقے کی وجہ سے مہذب کا درجہ سائنسی طرز کی لغت نویسی کے لحاظ سے کم ہوجاتا ہے۔

☆ ترتیبِ حروفِ تہجی

بابائے اردو مولوی عبدالحق نے طے کیا تھا کہ ہائیہ یا ہکاری (aspriated) آوازوں کو ظاہر کرنے والے حروفِ تہجی (مثلاً بھ، پھ، تھ وغیرہ) کو الگ حرفِ تہجی مانا جائے اور لغت میں ان سے شروع

ہونے والے الفاظ کے اندراجات کی ترتیب یوں ہو کہ 'ب' کے بعد 'بھ' سے شروع ہونے والے الفاظ، 'پ' کے بعد 'پھ' سے شروع ہونے والے الفاظ وعلیٰ ہٰذاالقیاس۔ اس اجتہادی فیصلے سے اردو لغت نویسی کی بہت سی الجھنیں رفع ہو گئیں کیوں کہ اس طرح لفظ کو اس کے صحیح مقام پر درج کرنا اور اسے تلاش کرنا آسان ہو گیا ورنہ ہماری متداول لغات میں 'بہر' اور 'بھر' اور 'پہر' اور 'پھر' جیسے کئی الفاظ ایک ساتھ درج کیے ہوئے ملتے ہیں۔ ہائیہ یا ہکاری آواز کو الگ حرفِ تہجی کے طور پر الگ تقطیع میں درج کرنے کے اسی اصول پر اردو لغت بورڈ کی لغت مرتب کی گئی جس کے پہلے مدیرِ اعلا بابائے اردو ہی تھے۔ اردو لغت بورڈ نے طے کیا کہ اردو میں ترپن (۵۳) حروفِ تہجی ہیں اور اسی ترتیب سے لغت مرتب کی گئی۔ لیکن اس پر شمس الرحمٰن فاروقی صاحب کو اعتراض ہے اور وہ کہتے ہیں کہ حروفِ تہجی کی تعداد میں یہ اضافہ غیر ضروری اور غیر سائنٹفک ہے[14]۔ البتہ مسعود حسین خان نے لسانیات اور علمِ لغت کی بنیاد پر کہا کہ یہ نہ تو غیر ضروری ہے اور نہ غیر سائنٹفک[15]۔ تعجب ہے کہ جن لوگوں کو اردو حروفِ تہجی کی ترتیب اور تعداد کے ضمن میں عرصے سے چلے آرہے اختلاف و انتشار پر کبھی اعتراض نہیں ہوا انھیں اس کی باقاعدگی پر اعتراض ہو گیا۔ مثلاً شمس الرحمٰن فاروقی صاحب کی اپنی کتاب 'لغاتِ روزمرہ' میں بھی اردو کے حروفِ تہجی کی درست تعداد کے ضمن میں دورنگی ہے۔ وہ اس کتاب میں صفحہ چھیالس (۴۶) پر اردو کے حروفِ تہجی کی تعداد اڑتیس (۳۸) بتاتے ہیں لیکن اسی کتاب کے صفحہ سینتالیس (۴۷) پر انھوں نے یہ تعداد پینتیس (۳۵) لکھی ہے[16]، اور یہ دورنگی کتاب کی دوسری اشاعت میں بھی موجود ہے۔

لیکن مہذب اللغات نے حروفِ تہجی کی ترتیب میں ہائیہ یا ہکاری (aspirated) آوازوں کو الگ حرفِ تہجی نہیں مانا اور لغت میں ہائیہ آوازوں سے شروع ہونے والے الفاظ کو الگ تقطیع میں درج نہیں کیا، مثلاً بجائے اس کے کہ وہ 'ب' سے شروع ہونے والے الفاظ کی تقطیع کے اختتام کے بعد 'بھ' سے شروع ہونے والے الفاظ کی تقطیع قائم کرتے، انھوں نے 'ب' کے ساتھ ہی 'بھ' سے شروع ہونے والے الفاظ درج کر دیے ہیں۔ مثال کے طور پر مہذب کی دوسری جلد میں 'بہا' کے بعد 'بھابوٗ' کا اندراج ہے اور پھر 'بہا بہا پھرنا' کے بعد بھابی اور بھ سے شروع ہونے والے کچھ مزید الفاظ کے بعد 'بہادر' درج ہے۔ یعنی 'ب' اور 'بھ' سے شروع ہونے والے الفاظ ایک ہی تقطیع کے تحت درج کیے گئے ہیں۔ یہ طریقہ اردو ہجا کی جدید ترتیب کے مطابق نہیں ہے۔ یہ طریقہ قدیم لغات مثلاً پلیٹس کی لغت اور بعد کے دور کی چند ایک لغات (مثلاً علمی اردو لغت) میں تو ملتا ہے لیکن حروفِ تہجی کی یہ ترتیب جدید اصولوں کے لحاظ سے بالکل غلط ہے۔ حروفِ تہجی کی درست ترتیب وہی ہے جو اردو لغت بورڈ کی لغت میں اختیار کی گئی ہے یعنی پہلے مفرد حرف اور پھر اسی حرف کی ہائیہ شکل (جو مرکب حروفِ تہجی بھی کہلاتے ہیں) آئے گی، یعنی پہلے حرف 'ب' سے شروع ہونے والے الفاظ اور ان سب کے اندارج کے بعد حرف 'بھ' سے شروع ہونے والے الفاظ کا اندراج ہوگا۔ لغت میں بقیہ الفاظ کی تقطیع بھی اسی طرح قائم کی جائے گی، یعنی مثلاً پ، پھ، ت، تھ، ٹ، ٹھ، ج، جھ، چ، چھ، وعلیٰ ہٰذاالقیاس۔

گویا مہذب اللغات میں حروفِ تہجی کی ترتیب قدیم انداز کی ہے اور جدید لغت نویسی کے اصولوں کے خلاف ہے۔

☆ اصولِ ترتیبِ اندراجات

اصولِ ترتیب کے ضمن میں کچھ سطورِ بالا میں 'اندراجات کی نوعیت' کے ذیل میں عرض کیا گیا۔ یہاں اس پر کچھ مزید روشنی ڈالنا مطلوب ہے۔ مہذب کا اصولِ ترتیبِ اندراجات بھی عجیب ہے۔ اس لغت میں ذیلی یا تحتی اندراج کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ دیگر لغات کے اصولِ اندراج سے قطعی مختلف ہے۔ دیگر لغات میں بالعموم ایک بنیادی مفرد اندراج یا 'راس لفظ' یا 'لیما' کے بعد اس لفظ کے ذیل میں آنے والے تمام مرکبات اور محاورات لکھے جاتے ہیں۔ لیکن مہذب نے ہر لفظ اور اس کے ساتھ اس کے تحتی مرکبات میں موجود حروفِ تہجی کی ترتیب کا خیال رکھا ہے اور اسی لیے مہذب میں کسی لفظ یا اس کے ذیلی مرکبات کو تلاش کرنا آسان نہیں ہے۔ ایک لفظ کا اندراج کرنے کے بعد اس کا ذیلی مرکب یا اس سے شرع ہونے والا محاورہ ممکن ہے کہ کئی صفحات کے بعد ملے۔ اس بات کی وضاحت میں عرض ہے کہ مہذب کی دوسری جلد میں صفحہ ۳۴۶ پر لفظ 'بوٗ' (خوشبو یا بدبو کے معنی میں) کا اندراج ہے۔ اب اگر کسی قاری کو 'بو نکلنا' کے معنی دیکھنے ہوں تو وہ اسے 'بوٗ' کے فوراً بعد ذیلی اندراج کے طور پر نہیں ملیں گے (جیسا کہ عام طور پر اردو لغات میں ہوتا ہے) بلکہ درمیان میں کئی اندراجات مثلاً بوٹا، بوٹی، بوجھ، بوڑھا، بول، بوند اور بونس کے بعد صفحہ ۳۵۹ پر (یعنی تیرہ صفحات کے بعد) ملے گا کیوں کہ صاحبِ مہذب نے صرف الفاظ کے حروف کی ترتیب کو مدنظر رکھا ہے اور 'بو نکلنا' میں چوں کہ ب اور واو کے بعد نون ہے تو درمیان میں جتنے حروف واو اور نون سے پہلے آتے ان سے شروع ہونے والے لفظ (مثلاً بوٹا اور بوٹی وغیرہ) پہلے لکھے گئے ہیں۔ اس ترتیب کا مقصد کیا ہے، اس سے کیا فوائد حاصل ہوئے اور قاری کو الجھن میں کیوں ڈالا گیا، اس کی کوئی وضاحت مولف نے نہیں کی ہے۔

گویا مہذب اللغات میں اندراجات کی ترتیب میں ذیلی یا تحتی مرکبات کے اصول کو قطعی نظر انداز کر دیا گیا ہے جس سے قاری کو بہت مشکل درپیش ہوتی ہے اور کسی خاص تحتی یا ذیلی اندراج کو تلاش کرنا الجھن میں ڈالنے والا کام بن جاتا ہے۔

☆ قواعدی حیثیت

مہذب میں اندراج کی قواعدی حیثیت مثلاً اسم، فعل، صفت وغیرہ بالعموم نہیں بتائی گئی ہے، البتہ کہیں کہیں مصدر کے ساتھ 'لازم' لکھ دیا گیا ہے یا کسی لفظ کے ساتھ 'مذکر' اور کبھی کسی کے ساتھ 'واحد' لکھ دیا گیا ہے۔ لیکن اس کا بھی باقاعدہ اہتمام نہیں ہے۔ ہاں 'فصیح' اور 'رائج' اور 'غیر فصیح' پر خاصا زور ہے۔ کہیں کہیں 'محلِ صرف' بھی بتاتے ہیں۔ لیکن یہ سب کسی باقاعدہ نظام یا اصول کے تحت نہیں ہے۔

☆ تلفظ

اردو لغات میں تلفظ واضح کرنے کے چار مختلف طریقے رائج رہے ہیں جو یہ ہیں: (۱) ملفوظی، (۲) مکتوبی، (۳) اعراب بالحروف اور (۴) ہم وزن یا ہم تلفظ الفاظ۔ لیکن ان میں سے دو یعنی مکتوبی اور ملفوظی زیادہ رائج رہے ہیں۔ باقی دو طریقے یعنی اعراب بالحروف اور ہم وزن یا ہم تلفظ الفاظ سے تلفظ بتانے کا طریقہ زیادہ رائج اور پسندیدہ نہیں سمجھا گیا۔ ان چاروں طریقوں کی کچھ تفصیل راقم نے اپنے ایک مقالے میں پیش کی ہے[17] اور اس کو یہاں دہرانا تحصیلِ حاصل ہے۔

مہذب اللغات میں تلفظ کے ضمن میں ابتدا میں تو مکتوبی اور ملفوظی دونوں طریقوں سے تلفظ واضح کیا ہے، مثلاً پہلی جلد میں لفظ اخباری، اخبث، اخت اور اختتام وغیرہ کا تلفظ دونوں طریقوں (یعنی ملفوظی اور مکتوبی) سے واضح کیا گیا ہے لیکن اسی جِلد میں بعض الفاظ کے حروف پر اعراب لگا دیے گئے ہیں یعنی مکتوبی طریقے سے تلفظ بتایا گیا ہے لیکن ملفوظی تلفظ نہیں دیا گیا، جیسے لفظ اجرا، اکرام اور اکراہ کا تلفظ حروف پر اعراب لگا کر واضح کیا۔ لیکن اس میں بھی دورنگی ہے۔ مثلاً لفظ اکڑفوں کا تلفظ بتاتے ہوئے الف اور کاف پر فتحہ (زبر) موجود ہے لیکن واو کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں ہے کہ یہ معروف ہے، مجہول ہے یا لین۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ساتھ ہی اکڑ اور اکڑفوں کا تلفظ دیوناگری حروف میں دے دیا گیا ہے۔ اکڑتکڑ کا تلفظ بھی اعراب کے علاوہ ناگری میں لکھا گیا ہے۔ کیوں؟ اس کی کوئی وجہ یا اصول بیان نہیں کیا گیا۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ پراکرت یا سنسکرت (مقامی یا اردو یا ہندی کہہ لیجیے) الفاظ کا تلفظ پلیٹس کی لغت کی طرح ناگری میں بھی دیا جا رہا ہے تو یہ مفروضہ اس لیے غلط ہو جاتا ہے کہ سیکڑوں مقامی الفاظ کا تلفظ ناگری رسمِ خط میں نہیں دیا گیا۔ مثلاً جس صفحے پر اکڑفوں، اکڑ اور اکڑتکڑ کا گری میں تلفظ لکھا گیا ہے اسی صفحے پر اکڑنا بھی درج ہے۔ اسے پانچ بار درج کیا گیا ہے لیکن ایک بار بھی تلفظ ناگری میں نہیں لکھا گیا پھر اس کا تلفظ مکتوبی طریقے سے لکھا گیا ہے اور تعجب ہے کہ اس میں الف پر تو زبر ہے لیکن کاف اور ڑے پر کوئی علامت نہیں ہے، نہ ملفوظی طریقے سے وضاحت کی گئی ہے۔ مزید تعجب یہ کہ اسی لفظ اکڑنا میں 'نا' کے نون پر زبر ہر بار (یعنی پانچ بار) درج ہے حالاں کہ ایسے مواقع پر (مثلاً، نا، جا، لا وغیرہ) میں الف سے پہلے زبر لکھنا بے معنی ہے کیوں کہ الف کے بعد آنے والا الف اس کی آواز کو سہارا دے رہا ہے۔ یہاں نون پر زبر کی کوئی تک نہیں ہے۔

لفظ اُمم کا تلفظ بھی مکتوبی طریقے سے دینے کے ساتھ ناگری میں بھی لکھا گیا ہے۔ حالاں کہ امم سنسکرت کا نہیں عربی کا لفظ ہے۔ گویا مہذب اللغات میں تلفظ کی وضاحت کا کوئی مخصوص یا طے شدہ طریقہ اختیار نہیں کیا گیا ہے اور جہاں جہاں تلفظ واضح کیا گیا ہے وہاں بھی کوئی یکسانی یا کسی خاص اصول کی پابندی نہیں ملتی۔

☆ معنی کا اندراج

مہذب اللغات میں بعض مقامات پر معنی لکھتے ہوئے غیر ضروری طوالت اختیار کی گئی ہے اور اسمائے معرفہ کی طول طویل وضاحت کی گئی ہے۔ عام لغات میں ایسا نہیں ہونا چاہیے اور یہ صرف انسائیکلوپیڈیائی یعنی دائرۂ معارفی لغت میں ہوتا ہے۔ دوسری طرف یہ عالم ہے کہ مہذب لکھنوی بعض الفاظ کے صرف ایک معنی دے کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ مثلاً پہلی جلد میں لفظ 'آب' کے صرف ایک معنی (پانی) دیے ہیں اور اس کے بقیہ معنی جو عام سی اور مختصر یا یک جلدی لغات میں بھی مل جاتے ہیں، درج نہیں کیے۔ 'آب' کے مزید معنی مثلاً 'علمی اردو لغت' نے یہ بھی دیے ہیں: آنسو، تلوار کا جوہر، عرق، پھلوں کا رس، خالص شراب، رونق، چمک، عزت، تازگی، اور وضاحت کی ہے کہ ان میں سے بعض معنی میں لفظ 'آب' بطور مونث استعمال ہوتا ہے، جب کہ پانی کے معنوں میں 'آب' کا لفظ اردو میں مذکر ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ آب کے صرف ایک معنی درج کرنے کے بعد مہذب نے ایک اور لفظ 'آبا' کے اندراج کے بعد 'آب اتر جانا' اندراج کیا ہے اور معنی لکھے ہیں چمک جاتی رہنا، معنی تو بالکل درست ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ جب لفظ 'آب' کے بنیادی اندراج میں یہ لفظ 'چمک' کے معنی درج نہیں ہے تو تحتی یا ذیلی مرکب میں یہ معنی کیسے آسکتے ہیں؟ لطف کی بات یہ ہے کہ اسناد کے بعد لکھا ہے 'یہ آب اردو اور مونث ہے'۔ یہی بات 'آب' کے معنی نمبر دو کی صورت میں لکھ دی جاتی تو بہتر ہوتا۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ جدید لغت نویسی میں اب تشریح پر خاصا زور دیا جاتا ہے اور اس میں مترادفات کا لکھا جانا اتنا اہم نہیں رہا۔ بلکہ اوکسفرڈ کی مختلف انگریزی بہ انگریزی لغات کے پچھلے چند ایڈیشنوں میں مترادفات بہت کم ہیں اور اکثر سادہ (مگر خاصی وضاحت سے لکھی ہوئی) تشریح دے دی گئی ہے، جب کہ ہمارے ہاں تقریباً تمام لغات میں لغت نویسی کو مترادفات کی فہرست سازی سمجھ لیا گیا ہے۔ مہذب کا حال بھی یہی ہے کہ مترادفات کو معنی یا تشریح کا نعم البدل سمجھ لیا گیا ہے حالاں کہ بسا اوقات کوئی لفظ 'مترادف' تو ہوتا ہے کلی طور پر 'مرادف' نہیں ہوتا۔ دوسری قباحت مترادفات کا ڈھیر لگانے میں یہ ہے کہ جس بے چارے قاری کو مترادفات میں سے بھی کسی کا مطلب معلوم نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ اگر اس مترادف کے معنی اسی لغت میں دیکھے تو وہاں پر بھی مترادفات کی قطار اس کا منھ چڑا رہی ہوتی ہے۔ انگریزی لغات میں دیکھیے تو پہلے تشریح ہوگی اور پھر مترادفات اور جدید لغات میں بعض اوقات صرف تشریح۔

...(بقیہ صفحہ 7 پر)

اردو دُنیا

اردو میڈیم اساتذہ کی 666 محفوظ اسامیوں کو عام زمرے میں تبدیل کیا جائے

وزیرِ اعلا ریونت ریڈی کو رکنِ کونسل جیون ریڈی کا مکتوب، اردو میڈیم اساتذہ سے انصاف کی اپیل

حیدرآباد (18 اکتوبر)۔ رکنِ قانون ساز کونسل ٹی جیون ریڈی نے وزیرِ اعلا ریونت ریڈی کو مکتوب روانہ کرتے ہوئے ڈی ایس سی 2024 میں اردو میڈیم اساتذہ کے تقرر کے لیے محفوظ سیٹوں کو عام زمرے میں منتقل کرنے کی اپیل کی ہے۔ جیون ریڈی نے اردو ٹریڈ ٹیچرس ایسوسی ایشن کی جانب سے پیش کردہ یادداشت کا حوالہ دیتے ہوئے وزیرِ اعلا ریونت ریڈی سے خواہش کی کہ اردو میڈیم کی تمام خالی اسامیوں پر تقرری کو یقینی بنائیں۔ یادداشت میں کہا گیا ہے کہ گذشتہ بارہ برسوں میں تین مرتبہ ڈی ایس سی کا انعقاد عمل میں آیا اور سرکاری اسکولوں میں 2012، 2017 اور 2022 میں تقرری کی گئی۔ تین علاحدہ ڈی ایس سی کے باوجود اردو میڈیم اسکولوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوا کیوں کہ پچاس فیصد سے زائد اسامیوں پر تقرری نہیں ہو پائی۔ ان اسامیوں کے محفوظ زمرے میں الاٹ کیے جانے کے سبب اہل امیدوار دستیاب نہیں رہے۔ اردو میڈیم اسکولوں میں اساتذہ کی کمی کے سبب طلبہ کی تعداد میں گراوٹ واقع ہوئی ہے اور والدین اپنے بچوں کو پرائیویٹ اسکولوں میں داخل کر رہے ہیں۔ حالیہ ڈی ایس سی 2024 میں 1183 اردو میڈیم اسامیوں میں 666 کے خالی رہنے کا امکان ہے کیوں کہ محفوظ زمرے کے تحت اہل امیدوار دستیاب نہیں۔ جیون ریڈی نے حکومت سے اپیل کی ہے کہ محفوظ زمرے کی خالی اردو میڈیم اسامیوں کو عام زمرے میں تبدیل کرتے ہوئے نیا اعلامیہ جاری کیا جائے تاکہ اردو میڈیم اساتذہ کی تمام اسامیوں پر تقرری ہو سکے۔ جیون ریڈی نے کہا کہ 666 اسامیاں ایس سی، ایس ٹی اور بی سی کے لیے محفوظ قرار دی گئی ہیں اور ان طبقات میں اردو میڈیم اساتذہ کی دستیابی ممکن نہیں۔ جیون ریڈی نے وزیرِ اعلا ریونت ریڈی کے علاوہ پرنسپل سکریٹری محکمۂ تعلیم بی وینکٹیشم، ڈائرکٹر اسکول ایجوکیشن ای وی نرسمہا ریڈی اور کمشنر اقلیتی بہبود کو بھی مکتوب کی نقل روانہ کی ہے۔

(سیاست۔ حیدرآباد)

مالا پلی اردو میڈیم کالج کے قیام میں تیزی سے پیش رفت

نظام آباد (18 اکتوبر)۔ نظام آباد شہر کے مالا پلی میں سرکاری اردو میڈیم گرلز جونیر کالج کا جوائنٹ کلکٹر نظام آباد، ڈی آئی ای او، آر اینڈ بی ای ای کے علاوہ پرنسپل سرکاری گرلز جونیر کالج کوٹ گلی، ڈی آئی ای او نے خواجہ صفدر علی کے ہمراہ مالا پلی عمارت کا معائنہ کرتے ہوئے جلد از جلد ضلع کلکٹر کو تخمینہ رپورٹ کے ساتھ ساتھ سرکاری اردو میڈیم گرلز جونیر کالج کے قیام کے سلسلے میں رپورٹ پیش کرنے کا یقین دلایا۔ خواجہ صفدر علی نے اس ایقان کا اظہار کیا کہ آئندہ تعلیمی سال سے مالا پلی میں سرکاری اردو میڈیم گرلز کالج کا قیام عمل میں آجائے گا اور طالبات کو داخلہ دیتے ہوئے تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ نظام آباد شہر کے مالا پلی میں سرکاری اردو میڈیم گرلز جونیر کالج کے قیام کے لیے دو دہے قبل عمارت کی تعمیر عمل میں لائی گئی تھی لیکن اردو میڈیم جونیر کالج کا قیام عمل میں نہیں آسکا۔ سرکاری اردو میڈیم جونیر کالج کے قیام کی امیدیں موہوم ہو چکی تھیں لیکن اب خواجہ صفدر علی سابق سپرنٹنڈنٹ محکمۂ آب پاشی اور ان کے رفقا کی کوششیں رنگ لاتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔ گذشتہ کئی ماہ سے خواجہ صفدر علی اور ان کے رفقا اختر احمد، محمد ریاض، مرزا یونس بیگ و دیگر کے مالا پلی اردو میڈیم گرلز کالج کے قیام کے لیے ریاستی مشیر برائے اقلیتی بہبود حکومتِ تلنگانہ محمد علی شبیر، پرنسپل سکریٹری تلنگانہ، صدر نشیں اردو اکیڈمی طاہر بن حمدان، ضلع کلکٹر راجیو گاندھی ہنمنتو، ڈی آئی ای او نظام آباد سے ٹھوس نمائندگی کرنے پر اس کالج کے قیام میں تیزی سے پیش رفت ہو رہی ہے۔

(سیاست۔ حیدرآباد)

اردو اور فارسی مخطوطات کے تحفظ کے لیے اقدام

حیدرآباد (19 اکتوبر)۔ نور انٹرنیشنل مائکروفلم سنٹر، ایران کلچر ہاؤس، نئی دہلی نے تلنگانہ اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ساتھ ایک یادداشت مفاہمت پر دستخط کیے ہیں جس کے تحت 1406 اے ڈی (قبل مسیح) کے بہمنی دور، انیسویں صدی میں عادل شاہی، قطب شاہی اور آصف جاہی دور کے مخطوطات اور ریکارڈز کا ڈیجیٹلائزیشن، درستگی، تحفظ اور زمرہ بندی کی جائے گی جو کثیر تعداد میں دستیاب ہیں۔ تقریباً 44 ملین دستاویزات کے منجملہ 33 ملین دستاویزات فارسی اور اُردو زبانوں میں ہیں کیوں کہ گذشتہ 700 برسوں سے فارسی دکن کی سرکاری زبان رہی جس کی وجہ سے ہندستان اور ایران کی تہذیب کے درمیان یکسانیت پائی جاتی ہے۔ 2022 میں بھی دکن کی تاریخ اور تہذیب کے تحفظ کے لیے دونوں اداروں کے درمیان ایک یادداشت مفاہمت پر دستخط کیے گئے تھے۔ گذشتہ دو برسوں سے ماہرین کی ایک ٹیم ان شعبوں میں کام کر رہی ہے اور پندرہ لاکھ سے زیادہ دستاویزات کو ڈیجیٹلائز کیا گیا اور تقریباً دو لاکھ دستاویز کی درستگی کا کام انجام دیا گیا ہے جس پر ہنوز کام جاری ہے۔ ڈائرکٹر نور انٹرنیشنل مائکروفلم سنٹر ڈاکٹر مہدی خاجی پوری نے اس ضمن میں حیدرآباد کا دورہ کرتے ہوئے ماہرین کی ٹیم کے کاموں کا معائنہ کیا اور بیش تر دستاویزات کی نگرانی کے لیے مزید کام کو آگے بڑھانے سے متعلق مشورہ دیا کیوں کہ دستاویزات انتہائی خستہ حال میں ہیں جن پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ڈائرکٹر تلنگانہ اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ڈاکٹر زرینہ پروین کے تعاون سے دستاویزات کا تحفظ اور زمرہ بندی کا کام جاری ہے۔ (سیاست۔ حیدرآباد)

آر ٹی سی بس اسٹینڈ کے سائن بورڈوں پر اُردو تحریر کے لیے نمائندگی

بھینسہ (20 اکتوبر)۔ بھینسہ شہر کے آر ٹی سی بس اسٹینڈ کے پلیٹ فارموں پر موجود مختلف مقامات کے ناموں کے سائن بورڈوں پر اردو کی عدمِ موجودگی پر بھینسہ کانگریس اقلیتی ٹاؤن صدر شیخ احد ساحل کی قیادت میں ایک وفد نے بھینسہ آر ٹی سی ڈپو پہنچ کر ڈپو منیجر ہری پرساد اور مدھول تعلقہ کانگریس انچارج بھوسلے نارائن راؤ پٹیل سے علاحدہ علاحدہ ملاقات کرتے ہوئے تحریری یادداشت کے ذریعے بھینسہ آر ٹی سی بس اسٹینڈ پر اردو میں بھی مقامات کے ناموں کا اندراج کروانے کا مطالبہ کیا، علاوہ ازیں محکمہ آر ٹی سی کے مختلف مسائل سے واقف کرواتے ہوئے جلد از جلد ان کے حل پر زور دیا جس پر ڈپو منیجر ہری پرساد اور بھوسلے نرائن راؤ پٹیل نے ان کے حل کا یقین دلایا۔

(سیاست۔ حیدرآباد)

انجمن ترقی اردو سہرسہ کے عہدے داران نے اُردو نیم پلیٹ کے لیے افسران کو میمورنڈم دیا

سہرسہ، بہار (22 اکتوبر)۔ انجمن ترقی اردو سہرسہ کے سکریٹری مفتی ظل الرحمٰن قاسمی نے ایک پریس ریلیز جاری کرتے ہوئے بتایا کہ انجمن کے ضلع صدر اعظم وارثی کی قیادت میں ایک وفد نے ضلع کے مختلف افسران سے مل کر ہندی کے ساتھ ساتھ اردو میں نیم پلیٹ لگوانے کے لیے میمورنڈم دیا، جس پر تمام افسران نے اس کو سراہا اور یقین دلایا کہ اس پر عمل ضرور ہوگا، خصوصی طور پر ضلع ترقیاتی آفیسر وشال راگھو اور زراعتی آفیسر نے فوراً حکم دیا کہ کل تک اپنے ماتحت آفس میں اردو کا نیم پلیٹ لگ جانا چاہیے۔ اس موقعے پر ضلع صدر اعظم وارثی نے کہا کہ اردو بہار کی دوسری سرکاری زبان ہے، ہماری خواہش ہے کہ ضلع کے تمام محکموں میں ہندی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی نیم پلیٹ آویزاں کیے جائیں کیوں کہ اس سلسلے میں پردھان سکریٹری منتری منڈل سچیوالے اور خود ڈی ایم سہرسہ کا حکم نامہ جاری ہو چکا ہے۔ اس حکم کو نافذ کرانا سب کی ذمے داری ہے۔ واضح رہے کہ انجمن ترقی اردو بہار کے جنرل سکریٹری عبدالقیوم انصاری کی ہدایت پر اردو کے فروغ کے لیے اس طرح کی مختلف پہل ہو رہی ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ اس سمت میں مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔ اس وفد میں ڈاکٹر ابوہریرہ اور رضا وارث وغیرہ شامل رہے۔

(قومی تنظیم۔ پٹنہ)

قومی اردو کونسل کی فرینکفرٹ کتاب میلے میں شرکت محبانِ اردو کے لیے باعثِ صد افتخار: ڈاکٹر شمس اقبال

نئی دہلی (18 اکتوبر، پریس ریلیز)۔ جرمنی کے شہر فرینکفرٹ میں منعقدہ 75 ویں کتاب میلے میں قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی نے بھی حصہ لیا ہے۔ یہ کتاب میلہ دنیا کے بڑے کتاب میلوں میں سے ایک ہے۔ اس کتاب میلے کی شناخت کتابوں کے کاپی رائٹ، تراجم اور پروڈکشن کے حوالے سے ہے۔ یہ کتاب میلہ 16 اکتوبر 2024 کو شروع ہوا تھا اور 20 اکتوبر 2024 کو اختتام پذیر ہوگا۔ اس کتاب میلے میں دنیا کے 130 ممالک کے 17000 سے زائد ناشرین، مصنّفین اور بک ایجنٹس شرکت کر رہے ہیں۔ ہندستان کے 30 سے زائد سرکاری اور غیر سرکاری پبلشرز کے اسٹال یہاں موجود ہیں۔ قومی اردو کونسل کا اسٹال بھارت پویلین میں ہے۔ بھارت پویلین کا اہتمام نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا نے کیا ہے۔ قومی اردو کونسل کے اسٹال پر تقریباً 150 کے قریب ٹائٹلس نمائش کے لیے موجود ہیں۔ قومی اردو کونسل کے اسٹال پر اردو اور دیگر زبانوں کے مصنّفین اور ناشرین بڑی تعداد میں آ رہے ہیں اور قومی اردو کونسل کی کتابوں کی ستائش کر رہے ہیں۔ 17 اکتوبر 2024 کو بھارت پویلین میں رام بہادر رائے جی کی کتاب ’آئینِ ہند: اَن کہی کہانی‘ کا اجرا بھی مشہور ادیب عارف نقوی اور نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کے چیئرمین پروفیسر ملند سُدھاکر مراٹھے کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ فرینکفرٹ کتاب میلے میں قومی اردو کونسل کی نمائندگی کے لیے اسسٹنٹ ڈائرکٹر (ایڈمن) محمد احمد اور اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر اجمل سعید موجود ہیں۔

اس موقعے پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر شمس اقبال نے کہا کہ قومی اردو کونسل کی فرینکفرٹ عالمی کتاب میلے میں شرکت محبانِ اردو کے لیے باعثِ صد افتخار ہے۔ مجھے نہیں معلوم اس سے قبل کبھی کسی اردو ادارے نے فرینکفرٹ کتاب میلے میں شرکت کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ کونسل کی شرکت اردو کے لیے نیک فال ثابت ہوگی۔

اُردو میڈیم اساتذہ کی اسامیوں کو میرٹ کی بنیاد پر پُر کرنے کی اپیل

ظہیرآباد (18 اکتوبر)۔ حلقہ اسمبلی ظہیرآباد ضلع سنگاریڈی کے اردو میڈیم اساتذہ کا ایک وفد تلنگانہ انڈسٹریل کارپوریشن کے سابق چیئرمین جناب محمد تنویر کی قیادت میں ریاستی وزیرِ ٹرانسپورٹ پونم پربھاکر کے دورۂ ظہیرآباد کے موقعے پر اُن سے ملاقات کرکے اردو میڈیم کے ڈی ایس سی 2024 کی مخصوص زمرے کی خالی اسامیوں کو میرٹ کی بنیاد پر تقرری کروانے کے لیے تفصیلی یادداشت حوالے کیا جس پر انھوں نے اردو میڈیم اسکولوں میں مخصوص زمرے کی خالی اسامیوں پر میرٹ کی بنیاد پر تقرری کرنے اور اردو میڈیم اساتذہ کے مسائل کی یکسوئی کے لیے وزیرِ اعلا اے. ریونت ریڈی کو متوجہ کروانے کا یقین دلایا۔ اس موقعے پر ایم پی ظہیرآباد سریش کمار شنکار، چندر شیکھر (انچارج کانگریس پارٹی)، عبدالحنان جاوید (سابق نمائندہ ایم پی ٹی سی)، بشیرالدین حفیظ واساتذہ کی کثیر تعداد موجود تھی۔ (سیاست۔حیدرآباد)

نذیر فتح پوری کی کتاب

'ڈاکٹر احسان عالم: فکر و فن کے چند نقوش' کی رسمِ رونمائی

دربھنگہ (27 اکتوبر، پریس ریلیز)۔ دربھنگہ ٹائمز پبلی کیشن کے زیرِ اہتمام 'ڈاکٹر احسان عالم: فکر و فن کے چند نقوش' مصنف نذیر فتح پوری کا اجرا عمل میں آیا۔ اس موقعے پر اس کتاب پر گفتگو کا بھی اہتمام کیا گیا۔ یہ نشست ادیبوں کے عصری تقاضے سلسلے کی چوتھی کڑی تھی۔ آج کے اس پروگرام کی صدارت پروفیسر محمد آفتاب اشرف (پرنسپل سی. ایم. جے کالج، مدھوبنی) نے کی۔ مہمانِ خصوصی ڈاکٹر عطا عابدی تھے۔ نظامت کے فرائض ڈاکٹر مجیر احمد آزاد نے انجام دیے۔ ابتدائی گفتگو ڈاکٹر مجیر احمد آزاد نے کی۔ انھوں نے زیرِ بحث کتاب کے مشمولات پر روشنی ڈالی اور اس میں نذیر فتح پوری کے تنقیدی انداز کو سراہا۔ ڈاکٹر جسیم الدین (مترجم ضلع اردو زبان سیل، دربھنگہ کلکٹریٹ) نے ڈاکٹر احسان عالم سے اپنی شناسائی کا واقعہ بتاتے ہوئے کہا کہ 2011 سے ہی احسان عالم کی ادبی کاوشوں سے آگہی ہے، دربھنگہ آنے کے بعد یہاں کی علمی و ادبی مجلسوں میں متعدد ملاقاتوں نے یہ تاثر قائم کرنے پر مجبور کیا کہ سرزمینِ دربھنگہ کی ادبی کائنات کو زرخیزی عطا کرنے میں ڈاکٹر احسان عالم اور ڈاکٹر منصور خوشتر کے نمایاں کردار سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی باہمی علمی رفاقت دربھنگہ کی ادبی فضا کو معطر کر رہی ہے۔

ڈاکٹر عطا عابدی نے اس تقریب کے لیے دربھنگہ ٹائمز پبلی کیشنز کو مبارک باد دی اور شکریہ ادا کیا کہ ڈاکٹر خوشتر اس طرح کی تقریبات کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے تصنیف و تالیف کے محنت طلب مراحل کا ذکر کیا اور طباعت کے بعد مسرّت بخشی کا حوالہ دیا۔ انھوں نے بتایا کہ نذیر فتح پوری نے احسان عالم کی تحریروں پر اپنے خیالات کا بے باکی سے اظہار کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ کتاب کے مشمولات میں دیے گئے مشورے سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ پروفیسر محمد آفتاب اشرف نے ڈاکٹر احسان عالم کی ادبی کاوشوں پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہ کتاب ڈاکٹر احسان عالم کی علمی و ادبی صلاحیتوں کا اعتراف نامہ ہے۔ موصوف یکسوئی کے ساتھ علمی و ادبی کاموں میں لگے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر احسان عالم نے نذیر فتح پوری کا شکریہ (غائبانہ) ادا کیا اور ان کے لیے طویل عمری کی دعائیں کیں۔ اس تقریب میں موصوف کا شامل ہونا اور بذاتِ خود اس کتاب کے سلسلے میں گفتگو اہمیت کی حامل رہی۔ ڈاکٹر منصور خوشتر نے دربھنگہ ٹائمز پبلی کیشنز کے بینر تلے شائع کتابوں کا ذکر کیا اور مقامی ادبا کے لیے کتاب شائع کرنے میں مدد کا وعدہ بھی کیا۔

مذکورہ کتاب کی اشاعت کے لیے انھوں نے احسان عالم کو مبارک باد پیش کی۔ انھوں نے اس طرح کی تقریبات کے انعقاد کو آگے بڑھانے کی ضرورت پر زور دیا۔ جناب سید محمود احمد کریمی نے نذیر فتح پوری اور ڈاکٹر احسان عالم کے لیے دعائیہ کلمات ادا کیے۔ ڈاکٹر منصور خوشتر نے پُرتکلف ظہرانہ کے ساتھ شرکائے مذاکرہ کو رخصت کیا۔ پروگرام میں شرکت کرنے والوں میں سید محمود احمد کریمی، پروفیسر محمد آفتاب اشرف، ڈاکٹر عطا عابدی، ڈاکٹر جسیم الدین، ڈاکٹر مجیر احمد آزاد، ڈاکٹر منصور خوشتر، ڈاکٹر احسان عالم، جاوید اختر، محمد شمشاد، جنید عالم آروی اور منہاج عالم وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

مولانا آزاد اردو یونی ورسٹی اور مہاتما گاندھی کاشی ودیا پیٹھ کے درمیان مفاہمت

مشترکہ کورسوں کے آغاز اور تحقیق میں تعاون کا فیصلہ

حیدرآباد (14 اکتوبر)۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی نے وارنسی کی مہاتما گاندھی کاشی ودیا پیٹھ کے ساتھ یادداشت مفاہمت پر دستخط کیے ہیں۔ وائس چانسلر مولانا آزاد اردو یونی ورسٹی پروفیسر عین الحسن اور مہاتما گاندھی کاشی ودیا پیٹھ کے وائس چانسلر پروفیسر آنند کمار تیاگی نے مفاہمت پر دستخط کیے۔ یادداشت مفاہمت کے تحت دونوں تعلیمی اداروں میں ماہرینِ تعلیم، تحقیق، مشاورت، تربیت، معلومات کی ترسیل، اساتذہ کا فروغ اور طلبہ کا آپسی تبادلہ اور مشترکہ تحقیقی پروگراموں کے انعقاد جیسے امور میں تعاون کا فیصلہ کیا گیا۔ معاہدے کے تحت مختلف مشترکہ انڈرگریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کورس کا آغاز کیا جائے گا۔ تحقیقی پروجکٹس میں اشتراک، تحقیقی وسائل سے استفادہ، ایک دوسرے کے پاس موجود خصوصی انفراسٹرکچر سے استفادے کے علاوہ دونوں یونی ورسٹیاں مشترکہ طور پر سمینار اور کانفرنس منعقد کریں گی۔ یادداشت مفاہمت کی مدت پانچ سال رہے گی۔ یادداشت پر دستخط کے موقعے پر رجسٹرار اردو یونی ورسٹی پروفیسر اشتیاق احمد، پروفیسر سیّد نجم الحسن، پروفیسر سلمیٰ احمد فاروقی، پروفیسر عبدالواحد، پروفیسر محمد فریاد اور پروفیسر تسنیم فاطمہ موجود تھے۔ (سیاست۔حیدرآباد)

رفتید ولے نہ از دلِ ما

فہمی بدایونی

بدایوں۔ عہدِ حاضر کے منفرد اور کہنہ مشق شاعر فہمی بدایونی کا 20 اکتوبر 2024 کو انتقال ہوگیا۔ وہ گذشتہ تقریباً تین ماہ سے صاحبِ فراش تھے۔ 20 اکتوبر کی شام پانچ بجے انھوں نے 72 برس کی عمر میں بسولی میں واقع اپنے گھر پر ہی آخری سانس لی۔ مرحوم کے پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ فہمی بدایونی بدایوں کے اُن چنندہ شاعروں میں تھے جنھوں نے عالمی سطح پر اپنی شناخت قائم کی۔ اپنی شاعری اور اپنے خاص انداز کے ذریعے مداحوں کے دلوں پر راج کرنے والے شاعر فہمی بدایونی کا انتقال نہ صرف بدایوں بلکہ اردو دنیا کے لیے بڑا خسارہ ہے۔ اُن کی تدفین 21 اکتوبر کو بسولی (بدایوں) میں عمل میں آئی۔

فہمی بدایونی کا اصل نام زماں شیر خاں عرف پتن خاں ہے۔ ان کی پیدائش 4 جنوری 1952 کو بدایوں ضلع کے قصبہ بسولی میں ہوئی تھی۔ شعر و ادب کی دنیا میں وہ 'فہمی بدایونی' کے نام سے مشہور تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد زندگی کی ضرورتوں کے سبب کم عمری میں ہی لیکھ پال کی ملازمت شروع کردی۔ کچھ عرصے بعد جب یہ ملازمت نہ رہی تو ریاضی اور سائنس کی کوچنگ کرنے لگے۔ فہمی بدایونی کی شاعری میں جدیدیت، سنجیدہ فکر و خیال اور نئے نئے زاویے نظر آتے ہیں۔

تیرے جیسا کوئی ملا ہی نہیں
کیسے ملتا کہیں پہ تھا ہی نہیں

نئی طرز میں گفتگو کرتے ہوئے ان کے اشعار سیدھے دل میں اترتے ہیں۔ ان کے کلام میں درد بھی ہے، تڑپ بھی اور طلب بھی ہے۔ فہمی بدایونی نے جو بھی خیال شاعری کے حوالے سے پیش کیے وہ سچے نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری کے تین مجموعے 'پانچویں سمت'، 'دستکیں نگاہوں کی' اور 'ہجر کی دوسری دوا' منظرِ عام پر آچکے ہیں جس میں ان کا شعری مجموعہ 'ہجر کی دوسری دوا' ناگری رسمِ خط میں بھی ریختہ کی جانب سے شائع کیا گیا۔ صاحبِ فراش ہونے سے پہلے تک فہمی بدایونی کثرت کے ساتھ نشستوں اور مشاعروں میں اپنا کلام پڑھتے رہے۔

پروفیسر عبدالواسع

پٹنہ۔ اردو کے مشہور و ممتاز ادیب اور سابق صدر شعبۂ اردو بہار یونی ورسٹی، مظفر پور کا 20 اکتوبر 2024 کو ان کے بڑے داماد ڈاکٹر افروز اشرفی کی رہائش گاہ واقع ہارون نگر کالونی میں انتقال ہوگیا۔ وہ 88 برس کے تھے۔

پروفیسر عبدالواسع کی ولادت نالندہ ضلع کے استھانواں تھانہ حلقے کے موضع کونند میں 1941 میں ہوئی۔ اُن کی ابتدائی تعلیم و تربیت والدہ زبیدہ خاتون کے ہاتھوں ہوئی۔ بعد میں گیا کے محلّہ معروف گنج کی جامع مسجد کے امام صاحب سے اردو اور فارسی پڑھی۔ 1955 میں جموئی ہائی اسکول، جموئی سے میٹرک کیا۔ آئی اے اور بی اے آنرز ایل ایس کالج مظفر پور سے کیا۔ ایم اے فارسی اور ایم اے اردو پٹنہ یونی ورسٹی، پٹنہ سے بالترتیب 1961 اور 1962 میں کیا اور پی ایچ ڈی 1969 میں بہار یونی ورسٹی مظفر پور سے کیا۔ ان کی ملازمت کا آغاز نومبر 1963 میں اردو اور فارسی کے لکچرر کے طور پر ایل ایس کالج، مظفر پور سے ہوا۔ 1980 میں ریڈر کے عہدے پر ترقی ملی۔ 1984 میں شعبۂ اردو بہار یونی ورسٹی کے صدر مقرر ہوئے۔ یکم فروری 1985 کو پروفیسر کے عہدے پر مقرر ہوئے تھے۔

پروفیسر عبدالواسع ایک بہترین انسان، کامیاب استاد، مربّی اور مصنف تھے۔ ادبی دنیا میں ماہرِ لسانیات اور سرسیّد شناس کی حیثیت سے مشہور تھے۔ ملازمت سے سبک دوشی کے بعد اُن کا قیام اکثر اپنی بیٹی اور مشہور نقاد پروفیسر وہاب اشرفی کی بہو کے گھر پٹنہ میں رہتا تھا۔ ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں: بہار میں اردو سوانح نگاری کا آغاز و ارتقا، فنِ سوانح نگاری، مفہوم کی سمت اور تصوف اور اردو نثر ہیں۔

خورشید احمد

پٹنہ۔ اردو کے مشہور و معروف شاعر خورشید احمد 17 اکتوبر 2024 کو پٹنہ میں علاج کے دوران انتقال کر گئے۔ انھیں گردے کی بیماری تھی اور وہ طویل عرصے سے ڈائیلاسز پر تھے۔ ان کے انتقال کی خبر ملتے ہی ادیبوں اور شاعروں میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ خورشید احمد نے اپنی شاعری کی وجہ سے ضلع سارن کی ملک کی دیگر ریاستوں میں نمائندگی بھی کی۔ یومِ مظہرالحق پر منعقد ہونے والے آل انڈیا مشاعرے کے کوآرڈی نیٹر ہونے کے ساتھ ساتھ انھوں نے مختلف ریاستوں میں آل انڈیا سطح کے شعرا کے ساتھ مشاعرے میں شرکت کی۔ انھوں نے بہت کم وقت میں کافی شہرت اور مقبولیت حاصل کرلی تھی۔

ادارہ 'ہماری زبان' مرحومین کے لیے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کرتا ہے۔ (ادارہ)

بقیہ: زبیر شفائی: ایک ہر دل عزیز شخص اور شاعر

(بقیہ صفحہ 1 سے آگے)

زبیر شفائی دونوں بہت خوش ذائقہ کھانوں کے شوقین تھے مگر دوستوں کو کھلا کر یہ دونوں حضرات بہت خوش ہوتے تھے اور دونوں کی بیویاں بہت سلیقے سے عمدہ کھانا پکانے میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ میں متعدد موقعوں پر دونوں دوستوں کے دستر خوان پر خوش ذائقہ پکوانوں سے لطف اندوز ہو چکا ہوں جس کو یاد کر کے اب بھی لطف اندوز ہوتا رہتا ہوں۔

زبیر خاصے خوش اخلاق، ملنسار اور شریف النفس انسان تھے۔ اپنی انانیت کے باوجود اگر انھیں ان کی غلطی کا احساس دلا کر قائل کر دیا جاتا تھا تو وہ بلاشرط معافی تک مانگنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ یہ اتنا آسان نہیں ہوتا، اس کے لیے بڑے ظرف کی ضرورت ہوتی ہے۔ زبیر اس حوالے سے خاصے باظرف انسان تھے۔ وہ دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کر کے مسرور ہوتے تھے۔

زبیر بھائی سیب کا کاروبار کرتے تھے اسی سلسلے میں وہ سال میں تین چار مہینے کشمیر میں گزارتے تھے اور کان پور واپس آنے کے بعد پھل منڈی میں دن میں ایک آدھ چکر لگا آتے۔ کبھی کبھی وہ ایک پیٹی عمدہ قسم کا سیب تحفتاً میرے گھر بھی بھیجتے رہتے تھے ایک دن باتوں باتوں میں ذکر نکل آیا کہ اب بازار میں وہ موسمی جس کے نیچے چونی جیسی صورت بہتی تھی، نظر نہیں آتی بات آئی گئی ہوگئی میں بھول بھی گیا تھا۔ مگر ایک شام ایک آدمی ایک بوری لادے ہوئے گیٹ کھٹکھٹانے لگا گیٹ کھول کر میں نے پوچھا یہ کیا ہے اس نے جواب دیا معلوم نہیں صاحب۔ میکش صاحب نے بھیجا ہے اس بورے میں وہی متذکرہ موسمی تھیں میں نے ملاقات پر زبیر بھائی سے شکایت کی کہ اتنی موسمیوں کا میں کیا کروں گا ہنستے ہوئے انھوں نے جواب دیا دو تین وقت جوس نکلوا کر پیجیے زیادہ نہیں ہیں، خیر۔

وہ اپنے گھر پر پایے اور کھیری گردے بڑے شوق سے پکواتے تھے اور اس سے زیادہ شوق سے دوستوں کو دعوت پر مدعو کرتے تھے۔ انھیں کھانے سے زیادہ کھلانے کا شوق تھا۔

زبیر خراب اور ناموزوں شعر نہیں برداشت کر پاتے تھے۔ عام طور پر ٹوک بھی دیتے تھے اس معاملے میں وہ سامنے والے کی دل شکنی کی بھی پرواہ بہت کم کرتے تھے۔ مجھے یگانہ کا شعر یاد آ گیا:

ادب کے واسطے کتنوں کے دل دُکھائے ہیں
یگانہ حد سے گزرنا نہ تھا مگر گزرے

ایک دن ہم لوگ ابوالحسنات صاحب کے کمرے میں شعری نشست کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ ابھی صرف ہم، زبیر بھائی اور حسنات صاحب ہی موجود تھے کہ حسنات صاحب نے فاروقی صاحب کا ایک خط لا کر دکھایا جس میں غزلیں نہ بھیجنے پر انھوں نے ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ زبیر بھائی کو پتا نہیں کیا سوجھی کہ انھوں نے ایک خط فاروقی صاحب کو لکھ دیا کہ آپ حسنات صاحب کو سنجیدگی سے لیتے ہیں ہم لوگ انھیں پیر پللّے کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ فاروقی صاحب نے غصے میں وہ خط دوسرے لفافے میں ڈال کر حسنات صاحب کو پوسٹ کر دیا، حسبِ معمول جب میں دو چار دن بعد ان کے گھر گیا تو انھوں نے ایک لفافہ میرے سامنے لا کر ڈال دیا اور حکم دیا پڑھیے۔ میں نے لفافہ اٹھا لیا مگر اس کے اندر سے کوئی خط برآمد نہیں ہوا ہاں ایک لفافہ اور نکل آیا تھوڑی دیر تک میں کچھ سمجھ ہی نہیں پایا مگر دوسرا لفافہ کھولنے پر زبیر بھائی کا خط ملا جو انھوں نے فاروقی صاحب کو لکھا تھا خط پڑھ کر میں بھی حیرت زدہ رہ گیا، حسنات صاحب سخت غصے میں تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ شعیب صاحب میں ایک ڈگری کالج کا پرنسپل ہوں، ایک خانقاہ کا سجادہ نشین ہوں اور ثاقب کانپوری کا بیٹا ہوں، مگر میں نے اپنے دوستوں کو ہر موضوع پر بے تکلف ہو کر گفتگو کرنے کا موقع دیا یہ میرے مزاج کا حصہ ہے کیا یہ میری غلطی ہے جس کی سزا مجھے دی جا رہی ہے۔ میں لاجواب تھا گھر واپس آ کر صبح صبح میں زبیر بھائی کے گھر گیا اور ان سے دریافت کیا کہ زبیر بھائی یہ کیا حرکت کی ہے آپ نے۔ زبیر بھائی دیر تک خاموش رہے پھر بولے یار معلوم نہیں کیسے یہ سب ہو گیا میں شرمندہ ہوں، میں نے کہا اس سے کام نہیں چلے گا آپ کو میرے ساتھ حسنات صاحب کے گھر چلنا ہے۔ زبیر نے کہا یار وہ گالیاں بہت دیں گے مگر وہ میرے ساتھ رکشہ پر بیٹھ گئے اور ہم لوگ حسنات صاحب کے باہر کے کمرے میں جو مقفل نہیں رہتا تھا آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے حسنات صاحب کو آواز دی وہ آئے زبیر کو دیکھ کر تھوڑا ٹھٹکے اور صرف اتنا کہا تم میرے اندازے سے زیادہ کمینے ہو۔ اور پھر وہی سلمان چائے بنواؤ، ساتھ میں پکوڑیاں بھی وغیرہ۔ زبیر کو اپنی غلطی ماننے میں کبھی کوئی جھجھک نہیں ہوتی تھی شاید یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے بڑے بیٹے فرقان میاں کا داخلہ میرے کالج میں کرا دیا تھا ظاہر ہے میں ان پر کڑی نظر رکھتا تھا، اس لیے اکثر پٹائی بھی کرنی پڑتی تھی۔ خیر وہ اچھے نمبروں سے پاس ہو کر میرے کالج سے نکلے اور مجھے چچا کے بجائے سر کہنے لگے۔ ان سے چھوٹے صاحبزادے اپنے لاابالی دوستوں کے ساتھ غلط راستے پر نکل گئے اور کسی سنگین جرم کے ارتکاب میں گرفتار ہو گئے مگر زبیر اتنے غیور انسان تھے کہ انھوں نے اس کا ذکر مجھ سے نہیں کیا۔ ہاں وہ کچھ اداس اداس ضرور نظر آتے تھے مگر گفتگو وہی ادب اور شاعری۔

شاہد اختر کے افسانے انھیں بہت پسند تھے وہ شاہد کی زبان اور موضوعات پر دیر تک گفتگو کرتے جب کہ وہ افسانے کی دنیا کے آدمی نہیں تھے۔ اکثر میرے، شاہد اختر، ظفر غازی اور حیدر جعفری سید کے ساتھ وہ بھی پریڈ واقع بھاٹیہ ریسٹورنٹ میں بیٹھتے تھے۔ ہم لوگوں کا معمول تھا کہ ہر ہفتے کی شام وہیں گزارتے تھے حیدر بھائی بہت پڑھے لکھے انسان تھے اور نہایت بااصول، وہ آتے ہی بتا دیتے تھے کہ آج وہ چائے پی چکے ہیں اس لیے اب نہیں پئیں گے۔ وہ صرف دن میں دو سگریٹ پیتے تھے اگر دوسری نہیں پی ہے تو بے تکلف پی لیتے تھے ورنہ انکار کر دیتے تھے۔ جب حیدر صاحب کو ترجمے کے لیے ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ دیا گیا تو میری تنظیم اسلوب آرگنائزیشن نے ایک تقریب کا انعقاد بھی کیا تھا جس کا مشورہ سب سے پہلے زبیر بھائی نے ہی دیا تھا۔

ایک رات اچانک تقریباً گیارہ بجے زبیر بھائی نے میرا گیٹ کھٹکھٹایا۔ مجھے انھیں اس وقت دیکھ کر حیرت ہوئی جو شاید فطری بھی تھی ہم لوگ باہر لان میں کرسیوں پر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد وہ بولے یار ایک ضروری مشورہ کرنا ہے۔ میں کچھ سمجھ نہیں پایا صرف اگلے جملوں کا منتظر رہا۔ انھوں نے بتایا کہ انھیں کاروبار میں شدید نقصان ہوا ہے اور اب مستقبل میں وہ سیب کا کاروبار نہیں کر سکیں گے مگر ان کے پاس تقریباً دس لاکھ روپیہ اب بھی موجود ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ بچوں کو کوئی کاروبار کرا دیں۔ میں کاروبار اور اس کی نزاکتوں سے بالکل ناواقف۔ میں نے کہا بھائی صبح میں ظفر غازی کو لے کر آپ کے پاس آتا ہوں پھر اس مسئلے پر غور کیا جائے گا۔ ظفر غازی کے ساتھ مل کر ہم لوگوں نے تقریباً ہفتے دس دن کی دوڑ بھاگ کے بعد بیکن گنج میں چھ لاکھ روپے پگڑی دے کر مین مارکیٹ میں ایک دوکان حاصل کر لی جس میں اچھے خاصے کپڑے بھی تھے اور چند دنوں بعد چمن گنج سے متصل تکنیا پورہ چوراہے پر دوسری دوکان بھی مل گئی اور طے ہوا کہ اس میں کباب پراٹھے کی دوکان کھولی جائے۔ زبیر نے بڑے بیٹے فرقان میاں کو بیکن گنج والی دکان دے دی اور تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے کپڑے بھی جو اس علاقے میں بکتے تھے وہ بھی منگا دیے مگر فرقان میاں نے ایک ہفتے بعد ہی یہ شکایت کرتے ہوئے کہ جب تک پوری دوکان بھری نہ ہو مجھے بیٹھنے میں شرمندگی ہوتی ہے، چابی ماں کو واپس کر دی اور منجھلے صاحبزادے نے کباب پراٹھے کی دوکان کا نام سنتے ہی انکار کر دیا۔ زبیر بھائی نے مجھ سے کہا کہ یار تم فرقان میاں کو بلا کر ڈانٹ دو وہ تمھاری بات نہیں ٹال پائے گا مگر میں نے انکار کر دیا کہ اب وہ بڑا ہو گیا ہے اور اس مسئلے میں میری دخل اندازی مناسب نہیں ہوگی خیر دونوں دوکانیں کچھ زیادہ پیسوں میں دوبارہ نکال دی گئیں۔

دولت جتنی بھی ہو اگر کسی کاروبار میں نہیں لگی ہو تو ایک نہ ایک دن ختم ہو ہی جاتی ہے۔

زبیر ایک زمانے میں بلانوش ہوا کرتے تھے لیکن جب سے انھوں نے توبہ کر لی تب سے دیر دیر تک نمازوں کے بعد وظائف بھی پڑھنے لگے تھے۔

اسی دوران میں چمن گنج کے ایک فلیٹ میں منتقل ہو گیا۔ اب ملاقاتیں کم ہونے لگیں۔ زبیر بھائی کو دل کا مرض لاحق ہو گیا مگر پرہیز ان کے بس کی بات نہیں تھی اور ایک صبح فون پر اطلاع ملی کہ وہ ہم سب کو چھوڑ کر اپنے مالکِ حقیقی کے پاس چلے گئے۔ ان کی تدفین میں پولیس ان کے منجھلے بیٹے کو بھی لائی، اس وقت پتا چلا کہ انھیں دل کا مرض کیوں ہو گیا تھا۔

میں نے جب 'کلیاتِ زبیر شفائی' شائع کرائی اس سے پہلے بھابھی کا بھی انتقال ہو گیا تھا میں نے شاہد اختر سے فرقان میاں کا فون نمبر منگوالیا اور کلیات کے رسمِ اجرا کے لیے ایک دن میں نے فرقان کو فون کیا دوسری طرف سے پوچھا گیا کون صاحب بول رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا شعیب، پوچھا گیا کون شعیب، میں نے جھلا کر جواب دیا میں شعیب نظام، پھر استفسار کیا گیا کون شعیب نظام، میں جھلا گیا۔ میں نے پوچھا فرقان کیا پاگل ہو گئے ہو۔ ادھر سے جواب ملا آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں میں نے کہا فرقان سے۔ ان کا تو ایک ہفتہ پہلے انتقال ہو گیا۔ ارے کیسے؟ میں حیرت زدہ تھا۔ انھیں ہارٹ اٹیک آیا تھا۔ میرے اندر کچھ ٹوٹ سا گیا اور میں نے رسمِ اجرا کا پروگرام اپنے ذہن سے نکال دیا اور اپنے اور زبیر بھائی کے دوستوں کو کلیات کی کاپیاں تقسیم کر دیں۔

ڈاکٹر شعیب نظام
105/591، حافظ حلیم کمپاؤنڈ، بھنا ناپروا، چمن گنج، کان پور-208001
Mob. No. 8960416841

اسٹینڈرڈ
انگلش اُردو ڈکشنری
مولوی عبدالحق
قیمت: 500 روپے

اردو ہندی ڈکشنری
انجمن ترقی اردو (ہند)
قیمت: 350 روپے

بقیہ: مہذب اللغات اور اُصولِ لغت نویسی

(بقیہ صفحہ 3 سے آگے)

مہذب سے یہ توقع تو فضول ہی تھی کہ وہ جدید انداز کی تشریح لکھیں گے لیکن یہ امید بھی نہ تھی کہ وہ 'آب' کے معنی محض 'پانی' لکھ کر آگے بڑھ جائیں گے۔ گویا معنی یا تشریح نویسی، جو لغت نویس کا اہم ترین فریضہ ہوتا ہے، مہذب کا ایک کم زور پہلو ہے۔

☆ قولِ فیصل؟

مہذب اللغات پر ایک اعتراض یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں کئی مقامات پر دیگر لغات سے اختلاف کرتے ہوئے وضاحتی شذرے (نوٹ) دیے گئے ہیں اور اس اختلاف کا فیصلہ 'قولِ فیصل' کی سرخی کے تحت کیا گیا ہے۔ اول تو لغت نویس کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ، بقول بابائے اردو مولوی عبدالحق، کسی لفظ کے صحیح اور غلط ہونے کا فیصلہ کرے اور لغت نویس کا کام صرف الفاظ کو ریکارڈ کرنا ہے[18] اور اس کے لیے اسے سند دینی چاہیے۔ ثانیاً، زبان اور اس کے متعلقات کے بارے میں صرف اپنی رائے کو خود ہی معتبر اور مستند ٹھہرانا علمی رویہ نہیں ہے۔ مسعود ہاشمی کی یہ رائے درست ہے کہ مولفِ مہذب اللغات نے جا بجا فرہنگِ آصفیہ اور نوراللغات سے اختلافِ رائے (غلط یا صحیح) کرکے مہذب اللغات کو لغت کی بجائے لغات کا محاکمہ بنا دیا ہے اور یہ تدوین سے نکل کر تنقید کے دائرے میں داخل ہوگئی ہے[19]۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نور اور آصفیہ کی اصلاح کو مہذب لکھنوی نے ضروری سمجھا مگر اس میں بھی پوری طرح کام یاب نہ ہوسکے[20]۔

دیگر علمی اعتراضات بھی ہوسکتے ہیں۔ مثلاً مرتب نے اس میں صرف لکھنؤ کی اردو کو مستند مانا ہے۔ اردو پاکستان اور ہندستان کے وسیع و عریض علاقوں میں بولی جاتی ہے اور اس کا مختلف علاقوں میں مختلف لہجہ، تلفظ اور محاورہ بھی رائج ہوگیا ہے۔ اس لیے اب اردو کو لکھنؤ تک محدود کرنا تنگ نظری کی بھی علامت ہے۔ لکھنوی استعمال کو فصیح ماننے پر مہذب نے اتنا زور دیا ہے کہ لگتا ہے کہ اردو صرف لکھنؤ کی زبان تھی۔ اس طرح کے لسانی تکبر اور تعصب کی علمی اور تحقیقی کاموں میں کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ ۱۹۵۸ء میں شروع کی گئی اس لغت میں جدید الفاظ و محاورات بالکل نہیں ہیں کیوں کہ اس کی ابتدائی جلدیں ساٹھ (۶۰) سال پہلے مرتب کی گئی تھیں۔

☆ مہذب اللغات کی اہمیت

ان خامیوں کے باوجود مہذب اللغات کی بہرحال اہمیت ہے۔ ایک اہم بات تو یہ ہے کہ یہ ایک ضخیم لغت ہے اور اس میں اردو کے ذخیرۂ الفاظ کا خاصا بڑا حصہ سما گیا ہے۔ گویا اس کا شمار اردو کی جامع لغات میں کیا جاسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ آزادی کے بعد لکھی گئی ضخیم لغات میں مہذب بھی شامل ہے۔ پھر اس میں نور اور آصفیہ کا محاکمہ بھی بہرحال مفید ہے اور لغت نویسوں اور زبان و لغت سے دل چسپی رکھنے والوں کو لیے اہم ہے۔

مختصراً یہ کہ 'مہذب اللغات' میں کچھ خوبیاں ضرور ہیں لیکن اس کی ضخامت کے باوجود اسے کوئی بہت معیاری یا سائنٹفک انداز میں مرتب کی ہوئی لغت تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ کسی فردِ واحد کا تنِ تنہا اتنی ضخیم لغت مرتب کرلینا اور اس میں عمرِ عزیز کا خاصا بڑا حصہ صرف کردینا قابلِ ستائش ہے۔ کاش وہ لغت نویسی کے کچھ اصول طے کرکے کام کرتے تو اس لغت کا درجہ بھی بلند ہوتا اور یہ زیادہ مفید اور زیادہ معتبر ہوجاتی۔

حواشی:

۱ قاموس الہند سے متعلق دیگر تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: رؤف پاریکھ، علمِ لغت، لغت نویسی اور لغات (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء)۔

۲ مالک رام، تذکرۂ ماہ و سال (دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۹۱ء) ص ۳۷۱؛ نیز بشارت علی خاں فروغ، وفیاتِ مشاہیرِ اردو (دہلی: ناشر مولف، ۲۰۰۰ء)، ص ۵۸۴۔

۳ مالک رام، محولہ بالا؛ نیز بشارت علی خاں فروغ، محولہ بالا۔

۴ ایضاً۔

۵ ان معلومات میں سے کچھ مہذب اللغات، جلد اول، سے ماخوذ ہیں۔ لکھنؤ: انجمن محافظ اردو، ۱۹۵۸ء، تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: ص ۵۰۰۔ نیز کچھ کی اطلاع ان کی مطبوعہ کتب سے ملی۔

۶ مہذب اللغات، جلد ۱، ص ج، د۔

۷ دیکھیے: کتابیاتِ لغاتِ اردو، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۶ء)، ص ۳۲۔

۸ مہذب اللغات پر لکھے گئے نامعلوم نقاد کے تنقیدی مضمون کے لیے ملاحظہ ہو: اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث (مرتبہ رؤف پاریکھ) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۲۲۳ وبعدہٗ۔

۹ دیکھیے: کتابیاتِ لغاتِ اردو، محولۂ بالا، ص ۳۳۔

۱۰ مہذب اللغات، جلد اول، ص ج۔

۱۱ اس کا ذکر سڈنی آئی لینڈو (Sydney I. Landau) نے اپنی کتاب Dictionaries: The Art and Craft of Lexicography میں کیا ہے، (نیو یارک: چارلس اسکبنرس سنز، ۱۹۸۴ء)، بالخصوص باب پنجم۔

۱۲ بی ٹی سو اٹکنس و دیگر (B.T.Sue Atkins et al)، The Oxford Guide to Practical Lexicography (اوکسفرڈ، ۲۰۰۸ء)، ص ۳-۲؛ نیز سڈنی آئی لینڈو، محولہ بالا، ص ۳۲۔

۱۳ لیما سے متعلق تفصیلات کے لیے دیکھیے: بو سونسن (Bo Svensen)، A Handbook of Lexicography، (کیمرج: کیمرج یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۹ء)، پانچواں باب۔

۱۴ دیکھیے فاروقی صاحب کی کتاب: تنقیدی افکار (دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو، ۲۰۰۴ء) ص ۲۲۶۔

۱۵ مسعود صاحب ترتیبِ حروفِ تہجی کے ضمن میں یہ وضاحت اپنے ایک مقالے میں کی ہے، دیکھیے: مقالاتِ مسعود (دہلی: ترقیِ اردو بیورو، ۱۹۸۹ء)، ص ۱۸۸۔

۱۶ دیکھیے: لغاتِ روزمرہ (کراچی: آج، ۲۰۰۳ء) (اشاعتِ دوم)۔

۱۷ ملاحظہ ہو راقم کی کتاب میں شامل مقالہ: مسائلِ تلفظ، فرہنگِ تلفظ اور صوتیات، مشمولہ لغات اور فرہنگیں (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۱ء)، ص ۱۲۷-۱۰۳۔

۱۸ دیکھیے: مقدمہ، لغتِ کبیر (کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۷۳ء) ص ۴۸-۴۷۔

۱۹ اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، (دہلی: ترقیِ اردو بیورو، ۱۹۹۲ء)، ص ۱۶۵-۱۶۱۔

۲۰ ایضاً، ص ۱۷۶۔

مآخذ:

۱- اٹکنس، بی ٹی سو و دیگر (Atkins, B.T. Sue et al)، The Oxford Guide to Practical Lexicography، اوکسفرڈ، ۲۰۰۸ء۔

۲- خان، مسعود حسین، مقالاتِ مسعود، دہلی: ترقیٔ اردو بیورو، ۱۹۸۹ء۔

۳- پاریکھ، رؤف (مرتب)، اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء۔

۴- پاریکھ، رؤف، علمِ لغت، لغت نویسی اور لغات، کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء۔

۵- پاریکھ، رؤف، لغات اور فرہنگیں، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۱ء۔

۶- رام، مالک، تذکرۂ ماہ و سال، دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۹۱ء۔

۷- سونسن، بو (Bo Svensen)، A Handbook of Lexicography، کیمرج: کیمرج یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۹ء۔

۸- شاہجہاں پوری، ابوسلمان، کتابیاتِ لغاتِ اردو، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۶ء۔

۹- عبدالحق، مولوی، لغتِ کبیر، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۷۳ء۔

۱۰- فاروقی، شمس الرحمٰن، تنقیدی افکار، دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو، ۲۰۰۴ء۔

۱۱- فاروقی، شمس الرحمٰن، لغاتِ روزمرہ، کراچی: آج، ۲۰۰۳ء، (اشاعتِ دوم)۔

۱۲- فروغ، بشارت علی خاں وفیاتِ مشاہیرِ اردو، دہلی: ناشر مولف، ۲۰۰۰ء۔

۱۳- لینڈو، سڈنی آئی (Landau, Sydney I.)، Dictionaries: The Art and Craft of Lexicography، نیو یارک: چارلس اسکبنرس سنز، ۱۹۸۴ء۔

۱۴- ہاشمی، مسعود، اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، دہلی: ترقیِ اردو بیورو، ۱۹۹۲ء۔

ڈاکٹر رؤف پاریکھ

A-337، بلاک 19، گلشنِ اقبال، کراچی، پاکستان

drraufparekh@yahoo.com

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

اردو املا اور حروفِ تہجی: لسانیاتی تناظر	رؤف پاریکھ	300/-
رموزِ اوقاف: کب، کہاں اور کیوں؟	ڈاکٹر شمس بدایونی	300/-
غروبِ شہر کا وقت	اُسامہ صدیق	900/-
کچھ اُداس نظمیں	ہربنس مکھیا	300/-
میاںِ من و تو (تحقیقی و تنقیدی مضامین)	پروفیسر شاہد کمال	500/-
میرا جنون اردو (خطبات و مضامین)	طاہر محمود	700/-
میر کی خود نوشت سوانح (نثار احمد فاروقی)	صدف فاطمہ	400/-
کلّیاتِ خطباتِ شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	400/-
آزادی کے بعد کی غزل کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر بشیر بدر	500/-
اداریے (مشفق خواجہ)	محمد صابر	500/-
انور عظیم کی ادبی کائنات	فیضان الحق	700/-
بچوں کا گلدستہ (پانچ جلدیں)	غلام حیدر	2400/-
تحقیق و توازن	ڈاکٹر نریش	250/-
تحقیقی مباحث	رؤف پاریکھ	300/-
چند فکری و تاریخی عنوانات	پروفیسر حکیم سیّد ظل الرحمٰن	400/-
ریت سمادھی (گیتانجلی شری)	ترجمہ: آفتاب احمد	900/-
حکمِ سفر دیا تھا کیوں	شانتی ویرکول	200/-
عہدِ وسطیٰ کی ہندستانی تاریخ کے چند اہم پہلو	اقتدار عالم خاں	350/-
قدرت کا بدلا (موسم کا بدلاؤ)	سیّد ضیاء حیدر	600/-
کتابیاتِ حالی	ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد	300/-
یہ تو عشق کا ہے معاملہ	ڈاکٹر ہلال فرید	300/-
جب دیوں کے سر اُٹھے	ڈاکٹر ہلال فرید	360/-
سیر المنازل (مرزا سنگین بیگ)	شریف حسین قاسمی	600/-
محرابِ تمنا	فطرت انصاری	200/-
مکتوباتِ مولوی عبدالحق بنام مشاہیر...	میر حسین علی امام، یاسمین سلطانہ فاروقی	700/-
لفظ (کلیاتِ زہرا نگاہ)	زہرا نگاہ	500/-
In This Live Desolation (Autobiography of Akhtarul Iman)	ترجمہ: بیدار بخت	500/-
سخنِ افتخار (کلیاتِ افتخار عارف)	افتخار عارف	1500/-
گواہی (شاعری)	گوہر رضا	500/-

طنز و مزاح

بارے ’عمر‘ کا کچھ بیاں ہو جائے

مختار ٹونکی

ہماری تمھاری دنیا بھی عجیب دنیا ہے۔ اب دیکھو نا، بہت سی مرئی اور غیر مرئی چیزیں ہیں جو غیر محسوس طریقے پر ہماری زندگی سے جڑی ہوئی ہیں۔ ہمیں پتا بھی نہیں چلتا، وہ سرپٹ دوڑ جاتی ہیں۔ ذرا ملاحظہ کیجیے! تین حروف والے وقت صاحب کو کہ کب اپنی تشریف کا ٹوکرا لاتے ہیں اور کب چپ چاپ چلے جاتے ہیں، پتا ہی نہیں چلتا، کہتے ہیں کہ وقت بہتے دریا کی مانند ہے۔ ہمیشہ بہتا رہتا ہے اور کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔ بالکل اسی طرح ہماری عمرِ عزیز بھی تین حرفوں پر مشتمل ہے اور بھاگتے چور کی لنگوٹی کی مانند ہے کہ بِنا رکے تھکے تیز گامی سے گزرتی رہتی ہے اور پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتی یعنی کہ:

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے　　　عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

ویسے عمر کے ڈانڈے حیاتِ ناپائدار سے جڑے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی حیاتِ بے ثبات ممات سے ملاقات کے لیے قدم بڑھاتی ہے تو عمر بھی ہر ذی روح کو بائے بائے، ٹاٹا، الوداع کہہ دیتی ہے۔ وقت تو خیر سے سکنڈ، منٹ، گھنٹہ، ہفتہ، مہینے، سالوں میں بٹا ہوا ہے اور صدیوں پر بھی محیط ہے مگر عمر کے دن پیرِ فلک اور گردشِ ایام نے مقرر کر رکھے ہیں بقولِ شاعر:

عمرِ عزیز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

بھلا! یہ بھی کوئی جینے کا طریقہ ہوا کہ فضول اور اول جلول کاموں میں بیش بہا زندگی گنوا دی اور انتظارِ یار کے جان لیوا آزار میں پڑ کر متاعِ قیمتی لٹا دی۔ کہہ دیں کہ شعرا، تو اتنے بے صبرے، ناشکرے ہوتے ہیں کہ وہ زندہ رہنے میں بھی آنا کانی کرتے ہیں اور علی الاعلان کہتے ہیں کہ:

مجھ کو ایک عمر پہ جینے کا نہ انداز آیا　　　زندگی چھوڑ دے پیچھا مرا باز آیا

طرفہ ستم ظریفی اور عمر فضیحتی یہ کہ جنھیں جینے کا سلیقہ نہیں آتا وہ یا تو عہدِ جوانی رو دھو کے کاٹ دیتے ہیں اور پیری میں آنکھیں موند کر منظر سے اڑنچھو ہو جاتے ہیں، ورنہ ٹرین کی چپیٹ میں کٹ کے، رسی کے پھندے میں لٹک کے، زہر خورانی کے مرتکب ہو کے یا کسی کنویں کھائی میں کود کر ڈوب کے خودکشی کر لیتے ہیں کہ نہ پھر بانس رہے گا اور نہ بجے گی پھر عمر کی بانسری۔ مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس طرح سے مرنے والے کو مرتے مرتے بھی یہ ہوچ پوچ سوچ حاوی رہتی ہے کہ کہیں سموچا بیڑا غرق نہ ہو جائے اور جب کہ ذوق وشوق سے ذوق دہلوی فرما گئے ہیں:

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے

ذوقؔ کے لفظوں میں کہہ دیں کہ:

اے شمع تیری عمرِ طبیعی ہے ایک رات
ہنس کر گذار یا اسے رو کر گذار دے

ویسے تقاضائے عمری اور اقتضائے بشری یہ ہے کہ انسان بہرحال زندہ رہنا چاہتا ہے اور اپنی عمر میں بڑھوتری چاہتا ہے۔ چاہے وہ ہنستے کھیلتے یا روتے دھوتے اپنی عمر کا سیکڑہ بنا لے یا قسمت کی یاوری سے ڈبل سینچری مار دے یہاں تک کہ شعرا کی زبانِ بے لگام میں یہ کہنے سے بھی نہیں تھکتا کہ:

ہو عمرِ خضر بھی تو کہیں گے بوقتِ مرگ
ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے

اگر آپ چاہیں تو عمر کے نظارے تو جابجا دیکھنے کو مل جائیں گے۔ دیکھیے! یہ ایک جلسہ گاہ ہے، جنت نگاہ ہے یہاں وہاں قمقمے روشن ہیں، غباروں اور پھریروں کی جگمگاہٹ ہے۔ ارے صاحب! کسی بالی عمریا کی سالگرہ ہے موم بتیاں بجھائی جا رہی ہیں، ہپی برتھ ڈے ٹو یو، ٹو یو کی دھوم ہے یعنی بصد اہتمام عمر کا جشن منایا جا رہا ہے کہ ایک اور پائیدان پر اس نے قدم رکھ دیا ہے۔ صاحبو! عمر تو متعین ہوتی ہے، جی ہاں اگر کسی کو نصیبے سے گولڈن جوبلی عمر ملی ہے اور وہ نئے سال میں گرہ لگا رہا ہے تو اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ وہ موت سے ایک سال اور قریب ہو گیا ہے یعنی کہ بدنصیب ہو گیا ہے۔

اسی طرح آپ کسی زنانہ مردانہ ہسپتال میں جائیں تو اچھے برے مریضوں کی بھیڑ بھاڑ ملے گی۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے کچھ ایک بسترِ مرگ پر پڑے ہوں اور معذور و مجبور ہو کر جیتے جی ادھ مرے ہوئے ہیں لیکن دمِ واپسیں پر بھی ان کے حلق سے یہی آواز نکلے گی کہ جب تک سانس ہے، تب تک آس ہے۔ لواحقین بھی بظاہر یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ تجھ کو ہماری عمر لگ جائے۔ ڈاکٹر دم دلاسے میں لگے ہیں، انجکشن ٹھونسے جا رہے ہیں، خون کی بوتل چڑھائی جا رہی ہے، گلوکوز کی ڈوز دی جا رہی ہے، آکسیجن سپلائی کی جا رہی ہے۔ آخر کیوں؟ زندگی بڑی قیمتی چیز ہے۔

جاں ہے تو جہان ہے پیارے

مگر آئے دنوں ہوتا کیا ہے، سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاتا ہے جب موت کا بنجارا ہرکارہ مریض کو اپنی کمر پر لاد کر لے جاتا ہے۔ کبھی کبھی ایسے نظارے بھی دیکھنے کو ملتے ہیں کہ اکبرؔ الہ آبادی، پریاگ راجی کو طنزاً کہنا پڑتا ہے کہ:

کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے ہسپتال جا کر

القصہ مختصر یہ کہ لوگ باگ ہسپتال، شفا خانے یا عطار کے لونڈے کے پاس کیوں جاتے ہیں، بیماری بھگانے اور تندرستی پانے کے تو بہانے ہیں ورنہ وہ چاہتے ہیں کہ ایسا کچھ عجوبہ ہو جائے کہ عمر میں کروڑ، دو کروڑ سانسوں کا اضافہ ہو جائے یعنی چار دن کی زندگی عمرِ دراز اور حیاتِ طویل میں تبدیل ہو جائے۔ حالاں کہ:

ہر نفس عمرِ گذشتہ کی ہے میّت فانیؔ　　　زندگی نام ہے مر مر کے جیے جانے کا

عمر کے حوالے سے تازہ انکشافِ واشگاف یہ ہے کہ جہلا کی عمر زیادہ نہیں ہوتی۔ وہ جلد ہی مرکھپ جاتے ہیں پڑھے لکھے زیادہ جیتے ہیں۔ مغربی ممالک کے دانش مندوں نے نہ جانے کیسے تجزیہ کیا ہے کہ انسان جیسے جیسے پڑھائی کی ڈگریاں، اپنے سر پر لادتا جاتا ہے۔ ویسے ویسے ہر ڈگری کے ساتھ اس کی عمر میں دو فیصدی کا اضافہ ہو جاتا ہے واہ بھئی واہ! بلکہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ عمر بڑھانے کا کوئی ٹھوس طریقہ اور کارگر نسخہ ابھی تک منظرِ عام پر نہیں آیا۔ کچھ بڈھے ٹھڈوں کا ارشادِ گرامی ہے کہ کسرت وورزش کو اگر معمول بنا لیا جائے تو ایرا غیرا بھی خیر سے تندرست رہتا ہے اور زیادہ دیر جیتا ہے۔ کچھ ایک طویل العمروں کا کہنا کہ روزانہ کوئی زنانہ مردانہ اگر غسل کا شغل کرے تو اس کی عمر میں پر لگ جاتے ہیں اور وہ فضائے بسیط میں تادیر اڑتا رہتا ہے۔ شیخ چلّی بھی شاید فرما گئے ہیں کہ صبح سویرے نور کے تڑکے اگر ہلکی دوڑ لگائی جائے تو ہر گام عمر بھی چھلانگیں مارتی ہے۔ اہلِ ہنود اگر اس سلسلے میں یہ کہیں کہ دال روٹی کھانے اور پربھو کے گن گانے سے ’آیے‘ اور ’آیو‘ دونوں میں خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا ہے تو مسلم بھی دعوا کر سکتے ہیں کہ قورمہ کوفتے شکم میں پہنچاؤ اور بھرپور عمر پاؤ۔ اس طرح کی اول جلول باتیں کرنے والے بھی زیادہ نہیں جی سکے اور کبھی کے پیوندِ زمین ہو چکے۔ واللہ! عمرِ خضر تو کسی کو عمر بھر نہیں مل سکتی اور نہ چشمۂ آبِ حیات تک کسی کی رسائی ہو سکتی ہے، مگر ہم اس حیاتِ بے ثبات میں تادیر زندہ رہنے کا اچوک نسخہ بتاتے ہیں۔ ویسے پیرِ فلک کو منہ چڑانا کوئی مذاق نہیں اور ملک الموت کو رلانا بھی ہنسی ٹھٹھا نہیں۔ مگر شمع کی مانند انسان خاکی بنیان کو جو عمرِ طبیعی ملی ہے اگر وہ اس کو بہ رضا رغبت ہنستا کھیلتا گذار دے تو عمر بھی کمر بستہ ہو کر اس کے جلو میں چلتی ہے یعنی زندگی جینے کے لیے قہقہہ بردوش ہو کر خوش خرمی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ چاہے کھوکھلا ہو اور بادی النظر میں بے تکا ہو مگر ہمارا دعوا ہے کہ ظریف آدمی، گاؤدی ہو کر بھی عمرِ دراز پر زقند مار سکتا ہے۔ اسی لیے تو اکبر الہ آبادی (پریاگ راجی) بہت پہلے شعری شکل میں ہم پر نصیحت ٹھوک گئے ہیں:

چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی، کلرکی کر خوشی سے پھول جا

خوشی سے پھول کر کُپّا ہونا عمر میں اضافے کی دلیل ہے۔ کہو نا! دریں چہ شک؟

کالی پلٹن روڈ، پل محمد خاں، ٹونک–30040

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

مدیر : **اطہر فاروقی**
Editor : Ather Farouqui
شریکِ مدیر : محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : جاوید پریس، 2096، رودگراں، لال کنواں، دہلی–۶
مالک : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی–110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)
Urdu Ghar, 212-Rouse Avenue,
New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ: پانچ روپے، سالانہ: 200 روپے
بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر
Subscription: (Per Issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org,
Phones: 0091-11-23237722

Printed and Published by ***Abdul Bari*** on behalf of Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar, 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002 and Printed at Javed Press, 2096, Rodgran, Lal Kuan, Delhi-110006, Editor: ***Dr Ather Farouqui***